رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۵) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۲)

فہرست مضامین

۱- شذرات ... ۴۹
۲- بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام ... ۵۱
۳- ایک افسوسناک نقصان ... ۵۲
۴- پیام تسلیم و رضا ... ۵۵
۵- سیرۃ نبوی ... ۵۸
۶- قربانی اور تقوے ... ۶۲
۷- مسلم خواتین کو ایک صدا ... ۶۵
۸- پس پردہ ... ۶۷
۹- عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام ... ۷۳
۱۰- روحانی بارش ... ۸۴
۱۱- اسلام اور جاپان ... ۸۸
۱۲- امریکہ کا قانون انسداد مئے نوشی ... ۹۳
۱۳- انتخاب از صحیح بخاری شریف ۹۶

اطلاع عام

(۱) "رسالہ اشاعت اسلام" ہر انگریزی مہینہ کی چھبیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہنچے تو اسے دوسرے ماہ کی دس تاریخ تک منگا لینا چاہئے۔ ورنہ پھر ملنا ناممکن ہے (۲) "رسالہ اشاعت اسلام" ایک ہی قسم کے اعلیٰ کاغذ پر ادنےٰ و اعلیٰ۔ امیر و غریب کے لئے چھپتا ہے جس کی سالانہ قیمت ہے؍ محصول ڈاک ہے۔ جو بہر حال پیشگی آنی چاہئے (۳) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہ پہنچیگی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی۔پی بھیجنے کے مجاز ہونگے (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔ شکایتی خطوط میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے نام و پتہ خوشخط لکھنا چاہئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی + مینجر رسالہ

ایک مودبانہ التماس

جو مالی تقویت رسالہ ہذا کے ذریعہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کو پہنچ رہی ہے وہ ہر مسلم فرد بشر پر جو کہ مسلم مشن ووکنگ کے کاروبار میں دلچسپی لیتا ہے عیاں ہے لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سالانہ وی۔پی کے موقع پر ایک کثیر التعداد احباب نے رسالہ ہذا آئے بہت سے وی۔پی لینے سے انکار کر دیا۔ جس سے دفتر ہذا کو محصول ڈاک کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اجراء وی۔پی سے پیشتر فرداً فرداً اطلاعی کارڈ بھی انکی خدمتیں آئندہ انکا ایما دریافت کرنے کیلئے ارسال کئے گئے لیکن اس وقت تو انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ اور بعد ازاں وی۔پی سے انکار فرما دیا بہر حال ان سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے ہم اب اپنے موجودہ ناظرین کرام سے مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ ازراہ کرم وہ اس کمی کی تلافی کرنے کیلئے دست اعانت بڑھا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور کم از کم تین جدید خریدار ناظرین رسالہ میں سے ہر ایک بھی خواہ دفتر ہذا میں ارسال فرمائے مگر اس غرض سے سبکدوش ہو۔ سال بھر میں تین خریدار فراہم کرنے کوئی بڑی بات نہیں +

ضروری نوٹ ہمارا ارادہ ہے کہ ہر ایک اسلامیہ کالج اور اسلامیہ ہائی سکول میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مفت بھیجا جائے پیشتر ازیں ووکنگ سے جایا کرتا تھا۔ اب چونکہ انگریزی رسالہ بھی لاہور سے ہی خریداروں کو تقسیم ہوتا ہے۔ لہٰذا ازراہ کرم ہمارے احباب ہم کو اسلامیہ سکولوں و کالجوں کے نام و پتہ سے جلد مطلع فرمائیں +

خواجہ عبد الغنی مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۵) بابت ماہ فروری ۱۹۱۹ء نمبر (۲)

شذرات

یہ پڑھ کر ہمیں از حد مسرت ہوئی ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت رُو بصحت ہے آپ گذشتہ اکتوبر ۱۹۱۸ء سے علیل تھے۔ مُدت طویل کی آب وہوا نے آپ کی صحت پر نُمایاں اثر کیا ہے۔ اُمید واثق ہے۔ کہ آپ بہت جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مشن کے کاروبار میں مصروف ہو جائیں گے +

حضرت خواجہ صاحب کا وجُود اس وقت جُملہ مُسلمین کے لئے بہت سے قابلقدر اور لائق تقلید نمُونے اپنے اندر رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک عظیم الشان نمُونہ آپ کا وہ صبر و استقلال و تسلیم رضا ہے۔ جو آپ نے اپنے لائق فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب مرحُوم کی حسرتناک وفات کی تار خبر سُننے پر آپنے ووکنگ میں دکھایا۔ چنانچہ آپ کا وہ گرامی نامہ جو آپنے اپنے مکرم و محترم بزرگ دوست جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امین ووکنگ مسلم مشن کے نام اس موقع پر انگلستان سے ارسال فرمایا ہے اس پر شاہد عادل ہے۔ جو بجنسہٖ ناظرین کرام کے مُلاحظہ کیلئے اس رسالہ میں

کسی دوسری جگہ "پیام تسلیم و رضا" کے عنوان کے نیچے درج کردیا گیا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ ایسے قیمتی وجود کو اللہ تعالےٰ شفا عاجل اور صحت کامل عطا فرمائے۔ اور اس جانگداز و روح فرسا صدمہ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مکرم محترم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر کا قیمتی وجود مسلم مشن ووکنگ کی ہستی کیلئے نہایت ہی منفعت بخش ثابت ہو رہا ہے۔ اور جو اپنے گرانقدر مضامین سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کو مزین فرماتے رہتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم کی فوتیدگی پر انھوں نے ایک مضمون "افسوسناک نقصان" کے عنوان سے رسالہ اسلامک ریویو جنوری ۱۹۱۹ء میں تحریر فرمایا ہے جس میں مرحوم کے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور مرحوم کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیا ہے۔ یہ مضمون بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کردیا گیا ہے +

لنڈن مسلم سوسائٹی نے گذشتہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں تبلیغی کوششوں میں نہایت سرگرمی دکھائی جس کی مختصر سی رپورٹ گذشتہ نمبر میں ناظرین رسالہ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ اور جو لیکچر سوسائٹی مذکورہ کی طرف سے اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں دئے گئے۔ وہ بھی گذشتہ نمبر میں درج ہوچکے ہیں۔ سوسائٹی مذکور تبلیغی جدوجہد میں مسلسل طور پر ہمہ تن مصروف ہے۔ اور اپنی ہستی کو مسلمانان لنڈن اور دیگر یورپین احباب کے لئے مفید ثابت کر رہی ہے۔ جس سے کہ مذہبی اشتیاق روز افزوں ترقی پر ہے۔ چنانچہ ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں سوسائٹی مذکورہ نے مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق اجلاس منعقد کرکے اسلام کی افضلیت کو دیگر مذاہب پر ثابت کیا +

(۱) یکم دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان البکری صاحب نے "اسلام اور اسلامی گھر" پر لیکچر دیا +

(۲) ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر ایس ایچ رضا صاحب نے "اسلام ایک بڑا اخلاقی مذہب ہے" پر لیکچر دیا۔

(۳) ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان البکری صاحب نے "دنیوی کاروبار میں اسلام کی حیثیت" پر لیکچر دیا +

(۴) ۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نومسلم نے لیکچر فرمایا۔

کارکنان ووکنگ نے ان تمام لیکچروں کو جو لندن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں یا جو چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کی صورت میں بطور تبلیغ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں ان سب کو اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالی ان سب کا ترجمہ وقتاً فوقتاً ناظرین رسالہ تک پہنچتا رہیگا +

لندن مسلم ہوس میں نماز جمعہ حسب معمول ہوتی رہتی ہے اور جناب خواجہ اسماعیل صاحب و جناب سید احسان البکری صاحب و جناب مسٹر عبدالقیوم ملک صاحب باری باری خطیب کی خدمت سرانجام دیتے رہتے ہیں +

یہ خبر کل اسلامی دنیا کیلئے نہایت ہی فرحت افزا ہے۔ کہ امریکہ نے اپنے تمام مالی منفعت کو نظرانداز کر کے شراب کا بنانا اس کا بیچنا ملک کے اندر آنا اور باہر جانا قانوناً بند کردیا ہے۔ اور اس طرح اسلام کے اٹل قانون انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون کے سامنے گردن تسلیم خم کردی ہے۔ مسلمانوں کیلئے یہ امر خاص خوشی کا موجب ہے۔ کہ اس سے اسلام کے ایک عظیم الشان اصول کی بیّن فتح ہوتی ہے +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

قبول اسلام

اللہ تعالے کا شکر و احسان ہے۔ کہ ہر ماہ کسی نہ کسی سعید روح کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا مژدہ جانفزا ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ گو ملک و قوم (یورپ) کی توجہ زیادہ تر ان ناخوشگوار حالات کی طرف منعطف تھی۔ جو گذشتہ پانچسالوں میں وقوع پذیر ہوئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دین فطرت بھی اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کے رسالہ

اشاعت اسلام میں ہم ناظرین کرام کو پانچ سعید رُوحوں کے اسلام سے بہرہ اندوز ہونے کی مسرت انگیز خبر سُنا چکے ہیں۔ فضل ایزدی سے گذشتہ ماہ بھی قبولیت اسلام سے خالی نہیں گیا۔ چنانچہ جناب مسٹر ڈی۔ وی انڈرسن ماربل آرچ لندن نے اسلام قبول فرما کر ہمارے اسلامی سلسلہ اخوت میں منسلک ہو گئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اللھم زد فزد +

ایک افسوسناک نقصان

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا۔ مسجد ووکنگ انگلستان)

"پیارے بشیر کو مشیت ایزدی نے بُلا لیا۔ اور دل حزین کے ساتھ ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں" + مندرجہ بالا الفاظ اس سنسنی خیز تار کے تھے جو ہندوستان سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو ووکنگ ارسال فرمائی +

خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ انکی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی۔ اور عین عالم شباب میں تھے جبکہ ۲۰ سال کی عمر میں انہوں نے بی اے پاس کیا۔ آپ کالج کی کھیلوں میں بھی بڑے مشہور و معروف تھے۔ جسمانی لحاظ سے بھی ایک قوی الجثہ تھے اور آپ کا حُسن خلق ہر ایک شخص کو جو آپ سے ملتا گرویدہ کر لیتا تھا +

قرآن کریم اور آنحضرت صلعم ایسے جانکاہ صدمات اور حادثات پر انا للہ و انا الیہ راجعون کے پُر معنی الفاظ دُہرانے کی ہی تلقین فرماتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی ہمیں یہی تعلیم ہے کہ ایسے مواقع پر ہم استقلال اور مضبوطی سے کام لیں۔ ہندوستان کی تار نے جس سے کہ اس متوحش خبر کا پتہ چلا ہمارے منہ سے بھی یہی الفاظ دُہرائے۔ جو کہ ہر ایک مسلم کیلئے ایسے موقع پر تسکین و سکینت قلب کا مُوجب ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک مسلم کو چاہیئے کہ اُس خالق اکبر کے واپس بُلا لینے پر تسلیم و رضا کے ساتھ سر تسلیم خم کر دے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایسے موقع پر اس قسم کا استقلال اور صبر دکھانا مشکل امر ہے لیکن مرحوم و مغفور کے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب نے اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کیا +

ایک جوان ثمر رسیدہ کا عین عنفوان جوانی میں رحلت کر جانا نہایت ہی حسرتناک
ہوتا ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی ایک اور امر جو زیادہ تر تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ مرحوم
نے مشنری زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور انگلستان آکر اپنے معزز والد صاحب
بزرگوار کا اسلامی کام میں ہاتھ بٹانے کا مصمم ارادہ کیا ہؤا تھا۔ تاکہ حضرت خواجہ صاحب کو
موجودہ کاروبار مشن سے قدرے فرصت ملسکے۔ اور وہ انگریزی زبان میں اسلام پر مبسوط مضامین و
لٹریچر لکھنے کے قابل ہو سکیں۔ حقیقتاً خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم اس اسلامی خدمت
کیلئے اپنی زندگی وقف فرما چکے تھے۔ گریجوایٹ ہونے کے بعد انہوں نے ہر ایک قسم کے دُنیوی
کاروبار اور خواہشات پر لات ماری۔ انہوں نے نوکری پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ قطعاً
سر سے نکال دیا تھا۔ بی اے پاس کرنے کے بعد دو سال تک مرحوم علم عربی حدیث آنحضرت صلعم کی
سوانح عمری کی تحصیل و تعلیم میں مصروف رہے۔ اپنے ہموطنوں کی بہبودی کے لئے
آپ اسلامک ریویو کا اُردو میں ترجمہ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب بزرگوار
نے آپ کو ووکنگ سے مطلع کیا۔ کہ مذہبی زندگی ایک فقر کی زندگی ہے جو قربانی اور ایثار
چاہتی ہے۔ آپ جوان عمر تھے۔ اور آپ کے سامنے شاندار مستقبل بھی تھا اسکے ساتھ ہی آپ متاہل بھی تھے۔
اور حال ہی میں اللہ تعالٰے نے آپ کو ایک فرزند نرینہ عطا فرمایا فطرتاً جوان آدمیوں کے لئے
آئندہ کا آرام و آسائش چھوڑ کر قربانی اور ایثار کرنا بڑا مشکل معاملہ ہے۔ لیکن مرحوم و
مغفور بشیر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی اس قربانی سے جس کا وہ دل سے تہیہ کر چکا تھا متزلزل
نہ ہوئے۔ انہوں نے ایک مشنری کی فقر کی زندگی کے بسر کرنے کا دل و جان سے مصمم اور
پختہ ارادہ فرما لیا ہؤا تھا۔ اور آئندہ کی تمام زندگی کو مفلسی فروتنی اور انکساری
کے ساتھ بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا جو بلا شُبہ ایک نہایت ہی اعلٰے اور احسن عزم
بالجزم تھا۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم اپنا وطن گھر بار بچہ اور بیوی اس اسلامی خدمت کے لئے
چھوڑنے کو بالکل تیار ہی تھے۔ جبکہ مشیت ایزدی نے ان کو اپنے پاس واپس بُلا لیا۔ یہ
امر نہایت ہی افسوسناک ہے۔ کہ اس وقت جبکہ مرحوم نے خُدا کی راہ میں پہلا قدم اُٹھانا
تھا۔ اور ووکنگ کی اسلامی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے انگلستان روانہ ہونا تھا۔ کہ

مشیت ایزدی نے اسی ہفتہ اس کو بلالیا +

یہ ایک بدیہی امر ہے - کہ ہر ایک مسلم اپنے پیارے دین متین کا بذاتہ مبلغ ہے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت لیکن نوجوانوں میں ایسے لوگ بہت ہی نایاب ہیں جو بطیب خاطر اپنی آیندہ بہبودی پر لات مار کر تہ دل سے مشنری زندگی کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں - مرحوم ومغفور کی وفات جملہ مسلمین کیلئے ایک بڑا بھاری نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے مسلمانوں کے لئے موجودہ ایام دبار وشقاوت کے ہیں اور ایسے وقت پر جبکہ پیشتر سے ہی ہم میں قحط الرجال ہو ایسے قیمتی وجود کا ہم کو اچانک داغ مفارقت دے جانا ہمارے غم واندوہ کو دوگنا کرنے کیلئے کافی ہے - خواجہ بشیر احمد کی وفات صرف حضرت خواجہ صاحب کا ہی ذاتی نقصان نہیں ہے - بلکہ یہ نقصان مسلم مشن ووکنگ کی ہستی کیلئے خصوصاً اور جملہ مسلمین کے لئے عموماً اور ان احباب کے لئے جو اس مسلم مشن کے کام میں دلچسپی لیتے ہیں جسنے دہریت اور ادھرمی کا انگلستان جیسی سرزمین میں قلع قمع کیا اور اسلام کا نام بلند کرکے مذہب کی اہمیت اور ضرورت کا احساس لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا - یہ ایک عظیم الشان قومی نقصان ہے -

القدوائی مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء

اسلامک ریویو - ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرین ۔ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ۔ ترجمہ - اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے جو مارے جاتے ہیں بیچ راہ خدا کے کہ مردے ہیں بلکہ جیتے ہیں یعنی زندہ ہیں ولیکن تم نہیں سمجھتے اور البتہ آزماوینگے تمکو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں سے اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور بشارت دے صبر کرنیوالوں کو ۔ وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے انکو مصیبت کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں - اور تحقیق ہم طرف اسکے پھر جانے والے ہیں - یہ لوگ اوپر ان کے ہے درود پروردگار ان کے سے اور رحمت اور یہ لوگ ہیں راہ پانے والے +

پیام تسلیم و رضا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا خط خواجہ بشیر احمد مرحوم کی وفات پر

یکم دسمبر ۱۹۱۸ء

برادرم حضرت شیخ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اللہ بس باقی ہوس

بشیر کو مشیت ایزدی نے بلا لیا۔ خدا تعالیٰ کی شان اُسی ہفتہ جب اُس نے پاسپورٹ لیکر خدا کی راہ میں پہلا قدم اُٹھانا تھا۔ اور اس طرح دُنیا کو اسی جہان میں چھوڑنے کے لئے سفر شروع کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اُسے ہمیشہ کیلئے دُنیوی علائق سے چھڑا لیا۔ ایک باپ کے قلم سے یہ کلمات شاید کسی کو انوکھے نظر آویں لیکن جس وقت مجھے مرحوم کے چلے جانے کے تار ملے وہ ایک بجے کا وقت تھا۔ اور نماز ظہر قریب تھی۔ اسی وقت معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جو نماز میں کھڑا ہو کر مینے الحمد للہ رب العالمین کہنا ہے تو کیا واقعی میں سچے دل سے الحمد اس واقعہ کے بعد کہ سکتا ہوں۔ یا یہ نماز بھی نفاق کی ہوگی لیکن اگر ایک مسلمان کو ہر حال میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہے۔ اور ہر نماز میں الحمد ہی کئی کئی دفعہ کہنا ہے۔ تو پھر یہ منافقیت ہے۔ اگر میں اس قضائے الٰہی کے ساتھ پورے طور سے رضامند نہ ہو کر نماز ادا کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ مینے ایسا ہی کیا۔ اس وقت میری صحت کی حالت جس کے متعلق پہلے مَیں لکھ چکا ہوں اور اس وقت تک بھی ایک حد تک۔ نہایت ہی نازک تھی۔ اس مرض میں کسی وحشتناک خبر یا تشویش یا غم یا غصہ یا اشتعال کا آنا سم قاتل ہے میرے دوستوں نے از راہ شفقت سب پہلی تاریں متعلق بیماری مجھ سے کئی دن سے چھپا رکھی تھیں۔ اور یہ تار جو صبح سے آئی ہوئی تھی۔ یہ بھی ایک بجے تک چھپی رہی گذشتہ سال مینے اس قدر کام کیا ہے۔ کہ جس سے میرے اعصاب بالکل تباہ ہو گئے۔ معمولی سے معمولی تشویش میرے رگ و پٹھ کو گرم کر دیتی ہے اور اس موسم سرما میں کئی کئی کوزے سرد پانی کے مجھے سر پر ڈالنے سے

آرام آتا ہے۔ اسی حالت میں یہ خبر آئی ہے جو کئی گھنٹہ چھپائی گئی۔ لیکن اتفاق سے مجھے پتہ لگ گیا
خدا کی شان ہے کہ یہ خبر جو اس نازک حالت بیماری میں میرا تن بدن پھونک کر میرا خاتمہ کر دینی تھی
سُننے پر فی الفور میرا جسم ایک قسم کی بُرودت سے بھر گیا۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک ایک قسم کی
ٹھنڈک کی چادر میرے اندر باہر لپیٹی گئی۔ یہ احساس مجھے دوسری دفعہ زندگی میں ہوا۔ اول
اس دن جب والدۂ بشیر مرحوم ۱۹۱۲ء میں اچانک دُنیا سے رُخصت کر گئی۔ اس دن بھی میرے
ساتھ یہی واقعہ ہوا۔ ہاں اس وقت یہ بُرودت ایک دن رہی۔ اور اس وقت یہ بُرودت برابر
دو دن رہی۔ رہا اس عزیز کا رُخصت ہو جانا۔ سو دُنیوی اصول سے تو میں اُسے مدت ہوئی اپنی
طرف سے رُخصت کر چکا تھا۔ میں نے ایام حج میں بمقام منا مذبح ذبیح اللہ پر جب دو رکعت
نفل ادا کیئے تو سجدہ میں اُسے خدا کی نذر کیا۔ میری طرف سے تو وہ عین قربانی کے دن دو سال
ہوئے خدا کے آگے بطور قربانی پیش ہو چکا۔ خدا نے جب چاہا اس قربانی کو قبول کر لیا۔ جب
اس نے بی اے پاس کیا تو اُسے میں نے کہا۔ کہ میں اسے خدا کی نذر کر چکا ہوں۔ لیکن اگر اُسے
دُنیوی کاروبار کی خواہش ہے تو بھی میں حاضر ہوں۔ وہ لا کلاس میں داخل ہو لیکن اس نے
نہایت جوانمردی سے دُنیا پر لات ماری۔ اور اُٹھتی جوانی میں میری رفاقت کرنی پسند کی۔ اور
قربانی کو قبول کیا۔ اس پر اسکی بی بی کا بھی حق تھا۔ اسلئے میں نے مرحوم کے خُسر
اور اُن کی اہلیہ صاحبہ سے بھی استرضا کیا۔ اور ان کو بھی کہا کہ اگر وہ اس فقر کی زندگی کو جو
مشنری کے سامنے ہونی چاہیئے۔ پسند کر سکتی ہوں تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ جو بیٹیہ اُس کے
لئے موزوں سمجھیں یا پسند کریں۔ میں اس کا تہیہ کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جزائے
موفور عطا کرے۔ انہوں نے بھی بطیب خاطر میری خواہش کو مانا +

سو ایک جوان ثمر رسیدہ بچہ سے جو والدین کو دُنیوی توقعات ہو سکتی ہیں۔ اس سے تو
مدت ہوئی میں نے قطع تعلق کر لیا۔ وہ میری طرف سے خدا کی نذر تھا۔ پھر میرا کیا تعلق۔ وہ
جس طرح چاہے اُسے لے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کا موقعہ دیکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ
نے عین اس وقت اُٹھا لیا کہ ابھی وہ دُنیا کے علائق اور گندوں سے پاک تھا۔ اور وہ ایک مسلم
مشنری کیلئے تیاری کر رہا تھا۔ اسکے وہ خطوط جو اسکی خبر وفات کے بعد مجھے ملے اور وہ اسکے

اپنے ہاتھ کے بھتے۔ اُن میں بھی اگر اسے تڑپ تھی تو اس امر کی کہ مولوی صدرالدین صاحب کو اشغال مدرسہ کے بعد چونکہ فرصت نہیں۔ اسلئے وہ پورا وقت حدیث کے لئے اُسے نہیں دے سکتے دوسرے خط میں مرحوم کی طرف سے انتہا درجہ کی خوشی کا اظہار اس امر پر تھا کہ حضرت قبلہ مولوی محمد علیصاحب کیطرف سے اب اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی مسلم مشنری زندگی اختیار کرنا چاہے تو حضرت قبلہ خود اسے تعلیم دینگے۔ مرحوم مجھے اطلاع دیتا ہے۔ کہ اب میرا مولوی صاحب قبلہ پر اس اعلان کے بعد خاص حق ہو گیا ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ مجھے خود تعلیم دیں اور طیار کریں۔ یہ خطوط اس کی وفات کے دو ہفتہ پہلے کے ہیں۔ جو بچہ ان خواہشوں اور اُمنگوں میں ہو۔ جس کے اوقات علم دین کے حاصل کرنے میں گذریں اور جو دُنیا کو لات مارنے پر طیار رہو۔ اب اگر وہ جیفۂ دُنیا سے اُٹھا لیا جاوے اور اس پر لاانتہا ترقیات اور عطاء غیر مجذوذ کا دروازہ بلا اس محنت شاقہ کے جو ایک مومن کو اس دارالابتلا میں نفس مطمئنہ پیدا کرنے کیلئے اُٹھانی پڑتی ہیں کھُل جاوے تو پھر میں کیوں خبر وفات کے سننے کے بعد ہی جو نماز پڑھوں اسمیں الحمد بادل صد درد بیشک لیکن نفاق سے خالی نہ کہوں!

مرحوم کی بیوی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ پوری رفاقت کی نہایت ہی سعید لڑکی تھی جو زیور تعلیم سے خالی نہ تھی۔ جیسے کہ آپ کو علم ہے۔ شادی کے بعد اس نے زیادہ وقت دینیات کا علم حاصل کرنے میں گذارا۔ اس کی بھی یہی خواہش مرتے دم تک تھی کہ وہ میری مدد یہاں آکر مشن میں کرے۔ اس کے سر سے بھی دُنیوی جوش سب نکل چکے تھے۔ وہ پورے ارادے سے اپنے شوہر کی رفاقت کرنا چاہتی تھی۔ یہی اس کے خطوط مجھے لندن آتے تھے۔ ایسی بی بی کس طرح دُنیا میں اپنے شوہر کے بعد رہ سکتی تھی۔ اس نے حق رفاقت ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے وابستگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور انہیں جس طرح چاہے نعم البدل عطا کرے +

خادم

خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ

انگلستان

سیرت نبوی

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

علامہ شبلی مرحوم کی جدید تصنیف جس کا غلغلہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں گونج رہا تھا اور جس کی اشاعت کے لئے ملک کی آنکھیں انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھیں آخر کار نامی پریس کانپور کی دلفریب اور دیدہ زیب چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی یہ جلد "سیرت النبی" کی پہلی جلد ہے۔ اور اسمیں حضور سرور عالم صلعم کے حالات زندگی غزوات تک لکھے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں اسلام کی امن کی زندگی تنظیم و تنسیق اشاعت اسلام وفات و اخلاق کے حالات قلمبند کئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے +

افسوس ہے کہ مصنف مرحوم کی زندگی نے اسقدر وفا نہ کی کہ عقیدت و ارادت کا یہ گلدستہ جو مختلف چمن کدوں سے تیار ہوا ہے بذات خود آستانۂ نبوت پر چڑھاتا مگر اس رنج کے ساتھ ہمیں ایک گونہ خوشی یہ بھی ہے کہ آخر کار سید سلیمان ندوی کی مساعی جمیلہ سے علامہ مرحوم کی محنت ٹھکانے لگی۔ اور مرحوم کا مسودہ ایک وقیع تصنیف کی صورت میں پبلک کے سامنے پیش ہو گیا +

کتاب کے شروع میں سید سلیمان ندوی نے بحیثیت "جامع" ایک مختصر سا دیباچہ لکھا ہے جسمیں وہ لکھتے ہیں اصلی مسودہ مصنف میں بعض حوالے اور حواشی چھوٹ گئے تھے وہ انھوں نے تلاش کر کے لکھے لیکن اس کے متعلق کامل احتیاط کی گئی ہے کہ جامع کا کوئی لفظ مصنف کی عبارت میں نہ ملنے پائے +

اس کے بعد مصنف کا فاضلانہ دیباچہ شروع ہوتا ہے جسمیں انھوں نے فن سیرت کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اصولِ علمیہ کے لحاظ سے یہ حصہ کتاب کا بہترین حصہ ہے۔ روایت و درایت پر ایک لطیف بحث کی گئی ہے۔ فن سیرۃ پر ایک مبسوط اور سیر کن تبصرہ کیا ہے۔ اور عرب کی قدیم تاریخ اور اسکے ماضی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب لکھا ہے۔ غرض کتاب کی ترتیب و تدوین نہایت قابل تعریف ہے،

ارباب سیر جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی نہایت سیدھی سادی اور

غریبانہ زندگی تھی۔ یہانتک کہ یورپ کے مصنف جو حضور سرور عالم کی ذات ستودہ صفات میں خامیاں نکالنے کیلئے اُدھار کھائے بیٹھے ہیں معترف ہیں کہ اس حصہ زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر وہ انگلی رکھ سکیں۔ لیکن مدنی زندگی میں حالات بہت بدل چکے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا سلسلہ غزوات بھی شروع ہوا۔ کفار عرب کی طاقت انس دانہ میں درہم و برہم ہوئی۔ اِسی زمانہ میں مدینہ کے یہود اپنی شرارتوں کی سزا میں جلا وطن کئے گئے غرض شان جلالی کا زمانہ مدنی زندگی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی لئے یورپ کے خوردہ بین اس زمانہ کے سوانح کو جی لگا کر پڑھتے ہیں۔ اور اس میں موشگافیاں کرتے ہیں۔ کیونکہ جناب مسیح علیہ السلام کی درویشانہ اور فقیرانہ سوانح کو رٹنے والوں کو شاہانہ اقتدار اوپرا معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مغازی (جنگیں) پر یورپ نے بڑی دیدہ دلیری سے اعتراض کئے ہیں۔ اور اس شوق میں خانہ ساز واقعات بھی تراش لئے ہیں۔ بعض وقت مسلمانوں نے بھی اِن واقعات سے دھوکا کھایا۔ اور انہیں اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ کی سیرت میں **مغازی** کا حصہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اور ہم خوش ہیں کہ علامہ مرحوم نے سیرت النبی میں اس حصہ کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے۔ اور ان روایات کی خوب تنقید کی ہے جو حضور سرور عالم کی ذات ستودہ صفات کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتی تھیں جو شان نبوت کے منافی ہیں۔ اور جن کو یورپ کے مصنفین نے سرور عالم پر اعتراضات کی بوچھاڑ کے لئے آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ مثلاً **غزوہ بدر** کے متعلق معترضین کا عام اعتراض ہے کہ اسکی ابتدا محض اسلئے ہُوئی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے کا قصد رکھتے تھے لیکن "سیرت النبی" میں ان تمام روایات کی تنقید کرنے کے بعد ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قریش مکہ نے یہ افواہ خود ہی اختراع کرکے اُڑا دی تھی۔ اور اسی بنا پر وہ مدینہ پر حملہ کرنے کو آئے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً صرف حفاظت مدینہ اور اندفاع حملہ کے لئے باہر نکلے۔ اور جنگ بدر کا واقعہ ہُوا +

تصویر کا دوسرا رُخ

ہر چند کہ **سیرت النبی** بلحاظ سیرت نہایت مستند کتاب ہے۔ مگر بعض ضمنی امور میں جنہیں اصل موضوع کتاب سے چنداں سروکار نہیں کسی قدر فرو گذاشت ہو گئی ہے۔ جو محض سہو قلم کہا جا سکتا ہے

اگر مصنف مرحوم زندہ ہوتے تو غالباً وہ مسودہ کی نظرثانی کرتے وقت تصحیح کر دیتے ۔ لیکن افسوس کہ

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

اب سیرۃ النبی کی تدوین و تکمیل کی امانت مولانا سید سلیمان علی ندوی کے سپرد ہے لیکن وہ مصنف کے اصل مسودہ کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے ابتدائی نوٹ میں خود بھی اس کا اعتراف کیا ہے ۔ مگر ہمارے خیال میں اگر "جامع" کی طرف سے حواشی میں ان امور کی صحت کی طرف اشارہ ہو جاتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا تعمیر کعبہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی لکھتے ہیں :-

حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو عرب لائے ۔ اور ان کو یہیں آباد کیا ۔ حضرت سارہ نے جیسا کہ توراۃ میں ہے ۔ کچھ عرصہ کے بعد انتقال کیا ۔ حضرت ابراہیم مکہ میں چلے آئے ۔ حضرت اسمٰعیل جوان ہو چکے تھے ۔ اعلان حق میں ایک ہم آواز ہاتھ آیا ۔ دونوں نے ملکر ایک چھوٹے سے چھوٹے گھر کی بنیاد ڈالی +

از یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل (اور جبکہ ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ خدا کی دیواریں اُٹھا رہے تھے) +

گھر بن چکا تو وحی الٰہی نے آواز دی :-

وطھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ۔ ہمارا گھر طواف کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں اور سجدہ کرنیوالوں کیلئے پاک کر (صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالنے والے حضرت ابراہیم تھے ۔ مگر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم سے بھی پہلے کا ہے ۔ چنانچہ خود قرآن مجید نے اسے بیت العتیق کہا ہے ۔ اور ایک مقام پر فرمایا :-

اول بیت وضع للناس ۔ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا +

مسٹر میور نے بھی اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ ہے ۔ مگر تاریخ کہتی ہے کہ ان سے پہلے کا ہے ۔ اس اعتراض کا جواب نہایت آسان ہے کہ یرفع القواعد کے یہ معنے تو نہیں کہ اس خانہ خدا کی بنیاد ڈالی ۔ بلکہ معنے صرف یہ ہیں کہ اسکی دیواریں بلند کیں ۔ اس نتیجہ کی مؤید

قرآن مجید میں ایک اور آیت بھی ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم سے پہلے کا ہے:-

انی اسکنت ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم - اے خدا میں نے اپنی ذریت کو ایک گیاہ وادی میں تیرے پاک گھر کے قریب بسایا ہے +

صفحہ ۲۹۳ پر فرماتے ہیں:-

"تبلیغ اسلام کی حیثیت سے جو کچھ ان کے (یہودیوں کے) سامنے پیش کیا جاتا تھا صرف اسقدر تھا قل یاھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃٍ سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (آل عمران رکوع ۷) کہدو اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں - اور ہم میں سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ بنائے - تو اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہدو کہ اچھا گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں +

ان باتوں میں سے ایک بھی ان کے معتقدات اور مزعومات کے خلاف نہ تھی لیکن ان تمام مہربانیوں اور اظہار لطف و مدارا کا جو صلہ تھا یہ تھا کہ انہوں نے ہر طرح سے اسلام کی خانہ برندازی کا عزم کر لیا" +

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ محض توحید ہی اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف کافی ہے - نبوت کے اقرار کی ضرورت نہیں - مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں اسلام نے غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا ایک جامع طریق بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امور مشترکہ کو مان لیا جائے - اسمیں شک نہیں مذاہب عالم میں جو امور مشترک ہیں وہ سب اسلام میں پائے جاتے ہیں - اور غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا یہ طریق نہایت حکیمانہ ہے +

ہم امید کرتے ہیں کہ اس قسم کی لغزشیں آئندہ اڈیشنوں میں درست کر دیجائینگی - اور اگر اصل عبارت میں تغیر تبدل کرنا موزوں نہیں تو کم از کم حواشی میں ان کی توضیح ہونی چاہئے +

قربانی اور تقوےٰ

(بہ تسلسل صفحہ ۱۶ جلد ۵ نمبر ۱)

ایک ذرے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دیوے پیشتر اسکے کہ وہ عالم غیر ذی حس میں پہنچے۔ اور غیر ذی حس اشیاء کو ذی حس بننے کیلئے پہلے خود فنا ہو جانا چاہئے مثلاً دیکھو کہ سیاہ مٹی کے تودے کس طرح سے خود فنا ہو کر ایک خوبصورت میوہ دار باغ کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اگر عالم نباتات معدنیات سے بہتر ہے۔ تو اس کا ظہور معدنیات کے فنا سے ہوا ہے لیکن پھر بھی اسمیں حرکت کی کمی ہے۔ مگر در اگر ان میں سے بعض چلنے پھرنے کی طاقت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ حیوانات کی خوراک بن جائیں۔ اسی طرح سے اگر ایک لیلا عروج کی طرف جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی ترقی کا راستہ کھلا ہے۔ اسمیں اعلیٰ درجے کی اخلاقی اور روحانی قابلیت کا مادہ پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ ذبح ہو کر ہمارے دستر خوان پر پہنچے۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں وہ انسان کے جسم کا ایک جزو ہو جائیگا۔ یہی سبق ہے جو کہ قرآن کی آیات جو میں نے آج تلاوت کی ہیں سکھاتی ہیں اپنے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے سر جھکا دو۔ اور اس کے راستے میں اپنے آپ کو فنا کر دو۔ تو پھر تم میں خدائی آثار پیدا ہونگے +

اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قرآن کریم اس غلطی سے متنبہ کرتا ہے کہ خون اور گوشت سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں قربانی کا پارسائی اور تقویٰ سے تعلق بتلایا ہے۔ اور اگر آپ اُن اصولوں پر غور کریں جو ایک طرف تو تقویٰ اور دوسری طرف قربانی کی بنا ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان کے درمیان نہایت ہی گہرہ تعلق ہے۔ اور سچائی کی بڑی صفائی اور فصاحت کے ساتھ آپ کو سمجھ آ جائیگی۔ قرآن کریم اس مضمون پر ایک اور جگہ کافی روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبّون۔ تم نیکی اور تقویٰ حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ تم وہ چیز خرچ نہ کرو جسے تم سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ اگر قربانی کے یہ معنی ہیں (اور درحقیقت اس کے معنے بھی یہی ہیں) کہ ایسی چیز کو

اپنے سے جُدا کیا جائے جس کو کہ خود انسان رکھنے کا از حد خواہشمند ہے۔ اور جسے کہ جائز طور پر انسان رکھ سکتا ہے۔ تو بدی کے یہ معنے ہیں کہ اس چیز کو اپنے پاس رکھنا جس سے کہ ہمیں محبت ہے لیکن جس پر جائز طور پر ہمارا حق نہیں۔ کیا ان دو ذہنی کیفیتوں کے درمیان مطابقت ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ چاہتی ہے۔ کہ ہم اپنے مقبوضات سے علیحدہ ہو جائیں اور دوسری اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ دوسروں کا مال قبضے میں لائیں۔ کیا قربانی کرنے والے شخص کے دل میں بدی اور شیطنت گھس سکتی ہے۔ اگر قربانی کے معنے بے نفسی اور بےغرضی ہے۔ تو کیا خود غرضی اور دوسروں کو نقصان پہنچا کر دیگر ذاتی ترقی حاصل کرنا ان تمام بدیوں اور شرارتوں کی جڑ نہیں ہے صرف وہ شخص جو قربانی اور ایثار کا عادی ہو۔ اپنے اندر دوسروں کو اس قسم کی چیزیں دینے کی عادت پیدا کر سکتا ہے جس سے کہ ان کو فائدہ پہنچے۔ اور جو کہ جائز طور پر وہ اپنے پاس رکھ بھی سکتا ہے۔ اور وہی جان سکتا ہے۔ کہ دوسروں کے مال پر طمع اور حرص کرنے سے کس طرح بچنا چاہئے۔ کیا میں پانچ پونڈ کیلئے ڈاکہ زنی کا مرتکب ہو سکتا ہوں۔ جب کہ میں پانچ پونڈ روزانہ کی خیرات کرتا ہوں کیا ہماری محبت مختلف اشیاء کے ساتھ ان تمام جرائم اور بدیوں کی ذمہ وار نہیں ہے۔ جو شخص کہ اپنی چیز کو اپنے سے علیحدہ کرنے کا مشتاق ہے۔ تو اسے بے انصافی اور بدی کی طرف ترغیب نہیں دی جا سکتی۔ کامل تقویٰ اور نیکی حاصل کرنے کیلئے ہمارے لئے از حد ضروری ہے کہ ہم دُنیاوی تعلقات وغیرہ کو قربان کرنے کی مشق کریں۔ یعنی اپنا وقت روپے۔ کمائی۔ اشیائے خوردنی اور نوشیدنی۔ اپنے لباس اور دیگر آسائش و آرام کی چیزوں اور انکی رفاقت و صحبت کو بھی جو ہمارے اعزا اور اقارب ہیں۔ اور اپنے وطن کو بھی اپنے سے جُدا کرنے کی عادت ڈالیں یہی ہمارے بڑے بڑے دُنیاوی تعلقات ہیں۔ ان کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے زیادہ مختلف قسم کے جرم و گناہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے اسلام نے ایک قسم کی ورزش جسے رُوحانی ورزش کہا جا سکتا ہے۔ تجویز کی ہے جو کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے چار ارکان ہیں۔ ایثار اور قربانی کی عادت ڈالو۔ تاکہ بدی کافور ہو جائے۔ کوشش کرو کہ آپکے ہموطنوں میں بے نفسی اور بےغرضی پیدا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ کو تمام محکمہ جات عدالت و پولیس کی ضرورت نہ رہیگی لیکن

وہ کونسی قربانی ہے۔ جو ہمیں اس خدائے تبارک وتعالےٰ کے نہج پر کرنی چاہئیے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ قربانی سے عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ محبّت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس سے دل کی محبّت کا ظہور ہوتا ہے اور انسان اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے کیا کچھ قربان نہیں کر دیتا؟ بلکہ سچی محبّت کا معیار صرف یہی ہے۔ کہ انسان تمام اپنی پسندیدہ چیزوں کو اپنے معشوق کی خاطر قربان کر دے۔ انسانی قربانی کا رواج اپنے ساتھ اس رذیل خیال کو نہیں لایا کہ خدا کا غصہ اس سے فرو ہوتا ہے۔ خدا کے سچے عاشقوں کا یہ منشا تھا۔ کہ اس کے سامنے وہ چیز پیش کریں جو ان کی نظر میں نہایت گراں قدر ہے۔ وہ اپنی جان سے زیادہ تر کسی اور چیز کو خیال نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح انسانی قربانی کا قدیم زمانے میں رواج ہو گیا۔ اور جس کی جگہ حضرت ابراہیم کی طفیل حیوان کی قربانی قائم ہوئی۔ لیکن خدا کی نظر میں انسان کی زندگی سے کوئی اور چیز بھی زیادہ قیمتی تھی۔ اور جس کے قربان کرنے سے ہی خدا خوش ہو سکتا تھا۔ اور جس سے کہ محبوب کا دل پرستار حاصل کر سکتا تھا۔ انسان صرف اس کا نام نہیں۔ کہ وہ خون اور گوشت سے بنا ہو۔ یا اسمیں وہ تازگی بخش چیز ہو۔ جس کا نام زندگی ہے۔ اس بارے میں ہم سب حیوانوں جیسے ہیں۔ ان ہر دو قسم کی مخلوقات میں زندگی ہے۔ جو علم موجودات جاننے والوں کے نزدیک خون اور گوشت کی ترکیب سے بنی ہے۔ اب ہماری مرضی۔ ہماری سمجھ اور ہماری قوت فیصلہ الغرض ہمارا ذاتی علم ہے جس سے کہ ہم انسان کہلاتے ہیں۔ اگر قربانی کے معنے تابعداری ہے۔ اور اس سے اطاعت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آیات بالا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اپنی زندگی کا حوالے کر دینا قربانی نہیں ہے۔ یہ تو حیوان بھی کر سکتا ہے۔ سچی قربانی صرف یہی ہے۔ کہ ہم اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے آگے ڈال دیں۔ اسلامی قربانی کی جڑ یہ ہے کہ خدا کی مرضی اپنی مرضی خیال کیجائے۔ رضائے مولا کے آگے جھکنا اور خاموشی سے اسکی حکومت کو ماننا ہی سچی قربانی ہے حضرت ابراہیم نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے تمہیں اپنی جان قربان نہ کرنی چاہئیے۔ ایک دنبے یا بکرے ذبح کرنے سے یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ لیکن اپنے نفس کو مارو۔ اور خدا کی رضا کے آگے بچون چرا سر تسلیم خم کر دو۔ یہی اسلام ہے۔ یعنی راضی بہ رضائے مولا + جس کا کہ مطلب ایک کلمے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنے لا الٰہ الا اللہ میں پرستش کے قابل سوائے ایک اللہ کے اور کوئی نہیں ہے

اور یہی اسلام کا پہلا رُکن ہے +

پس اسلام اور قربانی مترادف ہیں۔ تم مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ قربانی کی مشق نہ کرو۔ اور خدا کے قوانین کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ اور جب تک کہ خدا کی مرضی کو اپنی مرضی نہ سمجھو۔ یہی تمہاری ترقی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں تم زندہ نہیں رہ سکتے۔ جب تک کہ تم خاص قوانین پر عمل نہ کرو۔ اپنے چاروں طرف دُنیا میں دیکھو کہ ذرہ ذرہ اسبات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز خدا کی مرضی کے ماتحت ہے +

مُسلم خواتین کو ایک صدا

(ایک ہندوستانی مسلم خاتون کی قلم سے)

خواتین اسلام! اُٹھو۔ کشت و خون و حسد کی جنگ و جدال کیلئے نہیں۔ بلکہ عزت تمکنت۔ شان و شکوہ و خودداری کی جد و جہد کیلئے اُٹھو۔ مسلم قوم پستی و انحطاط کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ تم اُسکو قعر مذلت میں گرنے سے بچانے کیلئے اُٹھو۔ تم اس فرض کو ادا کرو۔ جس کو کہ ہمارے بھائی بندوں نے خواب غفلت میں پڑ کر عیش و عشرت آرام و آسائش کی زندگی میں منہمک ہو کر فراموش کر دیا۔ مسلم خواتین کو چاہئے۔ کہ انہیں اس خواب گراں سے بیدار کریں۔ اور ان کے بیٹوں اور لڑکیوں کو راستباز اور پارسا بنا کر اسلام اور خدائے اسلام کی شان و شوکت۔ جاہ و جلال کو دوبالا کریں۔ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی قسم کا دنیوی اجر نہیں چاہتے۔ ہمیں ہر ایک بات میں آپ کی اتباع لازم ہے۔ ہمیں اپنے بچوں کو یہ تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ خداوند تعالیٰ پر توکل کریں اور صدق و صفا سے کام کریں۔ ہمارا مقولہ یہ ہونا چاہئے کہ جوانمردی و راستبازی سے کھڑے ہو کر ہمیں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور اس حق و صداقت کو جو ہمارے پاس ہے۔ اس کا اظہار کریں۔ تاکہ ہر ایک اس سے متمتع ہو سکے۔ ہم کو جوانمرد و دلیر بننا چاہئے۔ اور اس کا ہر جگہ چرچا کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہی لوگ زندہ رہتے ہیں۔ جو کہ جرات و دلیری کرتے ہیں +

ہماری آئندہ نسلوں کی بقاء و دوام۔ بھلائی یا بُرائی آغوشِ مادر پر ہی حصر رکھتی ہے کیا ہم مسلم خواتین سعی بلیغ کر کے اپنی قوم کو اعلےٰ و احسن پیمانہ پر نہیں لا سکتیں؟

خواتینِ اسلام ہم کو اب کمر ہمت باندھ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور اس فرض کو دلیرانہ و بے باکانہ بغیر کسی خوف و خطر کے سرانجام دینے کیلئے کمر بستہ ہونا چاہیئے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا۔ خواہ نواحی حالات کیسے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں۔ ہم فرقہ اناث کو فرقہ ذکور سے بڑھ کر کارہائے نمایاں کر کے دکھانا چاہیئے۔ ہم کو اسبات میں ممد ہونا چاہیئے۔ کہ فرقہ ذکور خود اٹھیں جس طرح کہ ہم اپنے آپ کو اٹھانے میں کوشاں ہیں ہمیں دیگر اقوام کے مال و متاع کی خواہش نہ کرنی چاہیئے۔ اور کسی بھی صورت میں ہمیں اغیار کی تقلید ہرگز نہ کرنی چاہیئے بلکہ اپنے فرزندوں کو اس زمانہ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جبکہ غیر اقوام مسلم تہذیب علم و فنون کے سامنے تسلیم خم کرتی تھیں مسلم قوم کی طاقت۔ جاہ و جلال۔ رُعب و دبدبہ سے تھراتی تھیں۔ جبکہ اسلام کا پھریرا مشرق و مغرب پر بڑی شان و شکوہ سے لہلہاتا تھا۔

ہمیں اپنے بچوں کو بہادر۔ جوانمرد۔ دلیر۔ راستباز۔ شریف النفس۔ مہربان اور صادق ہونے کی تعلیم دینی چاہیئے۔ یہ دیکھ کر ہمیں رنج پہنچتا ہے۔ کہ ہمارے فرقہ ذکور کو بڑی حقارت اور بے عزتی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان سے ایک حقیر قوم کا سا سلوک کیا جاتا ہے ہمیں اس ذلیل و کمینہ زندگی کی رو کو بدلنا چاہیئے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کی ایسے طریقہ سے پرورش کریں۔ جس سے کہ ان میں خودداری کا مادہ پیدا ہو۔ اور وہ اہل نخوت و تکبر کے مقابل ڈٹ کر کھڑے ہوں ہمیں انسانیت کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور ایسے انسان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرے کسی سے بھی خائف نہ ہوں۔ اور جو اپنے بھائی بندوں کی فلاح و بہبودی اور اپنے مذہب کی اشاعت اور اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال کو قائم و دائم رکھنے کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں ہمیں اس قسم کے لوگ پیدا کرنے چاہئیں۔ جو ہمارے اولوالعزم پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے شایاں ہوں۔ عائشہ ام

پس پردہ

وہ مبارک لیکچر جو حضور سرکار فرمانروائے ریاست بھوپال ادام اللہ ملکہا و الافضال نے آل انڈیا خواتین کانفرنس کے پہلے سالانہ جلسہ بھوپال میں مورخہ ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو دیا

اسلام میں پردہ یا مستورات کے برقعہ کا حکم بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق اہل مغرب نے بدقسمتی سے بہت سی بیجا نکتہ چینی کی ہے۔ گو اسکی موجودہ صورت قرآن شریف کی ہدایات کے کلیتہً مطابق نہیں۔ اور حالات و واقعات زمانہ نے اس پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ اور ہندوستان میں اسلامی اور غیر اسلامی اقوام میں بھی برابر اس کا رواج ہے۔ تاہم اس قسم کے بیرونی اثر سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ دنیا کی مختلف قوموں کی موجودہ حالت پر سرسری نظر ڈالنے سے ایک تعصب سے خالی دماغ پردہ کے حق میں فیصلہ دیگا۔ خصوصاً وہ پردہ جس کی تشریح قرآن مجید میں ہے۔ اور جس کی بڑی غرض یہ ہے کہ مرد و عورت بلا امتیاز ایک دوسرے سے بلیں پردہ کبھی بھی ترقی کیلئے روک نہیں ہوا۔ اور نہ اسکی عدم موجودگی سے ان لوگوں نے علوم کے خزانے حاصل کئے ہیں جو اسکے حامی نہیں۔ ممالک غربی کی عورتیں ہمیشہ پردہ کے بغیر رہی ہیں لیکن آج سے پچاس سال پہلے اُن کی ذہنی ترقی اور علمی واقفیت قابل رشک نہ تھی لیکن ان کی مسلمان بہنیں پردہ کے اندر رہکر بھی بعض وقت گو وقتاً مردوں کے ساتھ علوم کی مختلف شاخوں میں مقابلہ کرسکتی تھیں۔ مشرقی ممالک میں یہاں بھی حقیقت میں گھر کو ٹھیک طور پر چلانیوالی اور آیندہ نسلوں کے اخلاق اور چلن کو بنانے والی ہے۔ انگلستان کے ایک نہایت عظیم خطرہ کے موقعہ پر ہندوستان کے لکھوکھا بچوں کا ایک حیرت انگیز طریقہ پر سینہ سپر ہونا۔ اور اپنے زبانی وعدوں کو عملی جامہ پہنا کر شرط وفاداری کو پورا کرنا ان مستورات کے خیالات اور استعداد اور دلوں کا ایک نقشہ ہے جن کے وہ بچے ہیں۔ انہیں بازار میں جاکر خرید و فروخت کرنے کے لئے کافی وقت نہیں مل سکتا کیونکہ پردہ کے اندر انہیں اس سے زیادہ ضروری کام پر اپنی پوری توجہ دینا ہے۔ آج مسلمان مستورات ہی پردہ کے اندر ہندوستان میں اپنے بچوں کے اخلاق اور ان کی آیندہ روش زندگی کو بنا رہی ہیں مستورات نے اپنی انجمنیں اور سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں وہ ان میں شامل ہوتی ہیں اور اپنی کانفرنسکا

اجلاس کرتی ہیں اور انہیں تربیت و ترقی کے لئے ہر قسم کا موقعہ ملتا ہے۔ لیکن پردہ نے کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کی جن ذی جاہ و حشم عورت کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایک نہایت مہذب و شستہ خیال کی (ملکہ) بیگم بھوپال ہیں جن کی زیر صدارت تمام ہند کی مستورات کی کانفرنس کا اجلاس ان کی اپنی دار السلطنت بھوپال میں منعقد ہوا۔ حضور عالیجنابہ بیگم صاحبہ بالقابہ خود بدولت اعلیٰ درجہ کی ذہین ہیں۔ بہت سی زبانوں میں مہارت آپ کو حاصل ہے۔ ہندوستان کے علوم و فنون میں ماہر ہیں۔ اور بہت سی کتابیں جو اعلیٰ پایہ کی ہیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ اور لکھوکھا لوگوں پر آپ نہایت دانائی اور فراست سے حکومت کر کے اپنی بےنظیر ذات سے اپنے عہد حکومت کو روشن فرما رہی ہیں۔ حضور ممدوحہ بالقابہ نے مستورات کی حالت درست کرنے اور مختلف طریقوں سے ان تک تعلیم اور دیگر اسی قسم کی نعمتیں پہنچانے کے وسائل پیدا کرنے میں قلمے۔ درمے۔ قدمے امداد دیکر خاص طور پر امتیاز حاصل کر رکھا ہے سرکار ممدوحہ بالقابہ کی فیاضی ہی کے باعث بہت سی زنانہ اور مردانہ درسگاہیں وغیرہ کامیاب اور خوشحال نظر آتی ہیں۔ آپ نے سفر بھی بہت کیا ہے۔ اور یہاں (انگلینڈ) بھی تشریف لائی تھیں۔ ان لوگوں کے لئے جو صحیح طور پر جاننا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی مستورات اپنے ملک کیلئے کیا کر رہی ہیں ذیل کا لیکچر جو سرکار عالیہ بالقابہ نے دیا بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنے اردو دان ناظرین کے فائدہ کیلئے وہ لیکچر قریباً قریباً تمام یہاں درج کرتے ہیں +

لیکچر دینے سے پہلے جنابہ شہزادی میمونہ سلطان حمید اللہ بیگم صاحبہ بالقابہا نے جو کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کی صدر تھیں حضور سرکار عالیہ کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا۔ سرکار والا مدار نے تمام مستورات کا جن میں سے اکثر دور دور سے کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے تشریف لائی تھیں شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ انہوں نے کانفرنس کے معاملات پر غور کرنے کے لئے اس جگہ آنے میں بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ پھر سرکار عالیہ نے فرمایا کہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے بھوپال پر ملکہ ہی کا راج رہا ہے۔ اور یہ ایک دلیل ان بیشمار دلائل میں سے اس امر کی ہے کہ ہندوستان کی مستورات عمدہ کام کرنے کی بہت بڑی استعداد اور طاقت رکھتی ہیں اور فرمایا کہ گورنمنٹ ہند نے ۱۸۵۴ء میں لڑکیوں کی تعلیم کو ترقی دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اور فرمایا کہ اس عرصہ کا الیفاء شاید آئندہ بھی نہ ہو جبکہ چونسٹھ سال کے بعد اس کا خیال نہیں آئے ہاں البتہ عملی طور پر کچھ کر دکھانے سے مُدّعا حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی قسم کی تحریکات مشرق کے تمام ممالک میں مثلاً چین۔ جاپان۔ ایران۔ ٹرکی۔ مصر میں ہو رہی ہیں۔ گویا اس کوشش کا بین ثبوت ہیں۔ جو زمانہ ماضی کو چھوڑ کر مستقبل کے آزادانہ اور خوشتر زمانہ میں داخل ہونے کے ہو رہی ہے۔ اِس تمہیدی گفتگو کے بعد سرکار عالیہ بالقابہا کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں۔ بعد ازاں آپ نے جبکہ سامعین کے نعرہ ہائے تحسین بلند ہو رہے تھے کھڑے ہو کر ذیل کا لکچر فرمایا +

میں آپ کی اِس مہربانی کی قدر اور عزت کرتی ہوں جو آپ نے آل انڈیا لیڈیز کی پہلی کانفرنس صدارت کے لئے مجھے انتخاب کرنے میں ظاہر کی۔ سالہائے گذشتہ کے قومی اور سیاسی کام کے تجربہ کی بنا پر جو مجھے حاصل ہوا ہے میری رائے ہے کہ تمام مذہب و ملت اور ہندوستان کے ہر گوشہ کی مستورات کیلئے ایک مرکزی انجمن قائم کرنا جو ہندوستان کی تمام مستورات کی بلا لحاظ ذات پات کے عام حالت کو بہتر کرے۔ اور یہ ملک کے لئے از حد اچھا ہو گا۔ اِس قسم کی انجمن کا قائم ہونا ہی اس امر کی امکان کی ایک بڑی بھاری دلیل ہوگی۔ کہ مختلف قومیں مشترکہ غرض کے لئے یکجا اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ اس بارہ میں میں خاص طور پر اِس مقید کام کی طرف توجہ دلاتی ہوں جو مسلم لیڈیز کانفرنس ہائے بنگال کانفرنس۔ استری مہامنڈل سبہا اور بمبئی میں سیوا سادھن کر رہی ہیں کہ ہندوستان کی مستورات تمدن کی اصلاح میں کسقدر بھاری مدد دے سکتی ہیں لیکن یہ سب مقامی ہیں اور خاص کمیٹیوں کے زیر اہتمام ہیں۔ لیکن آل انڈیا لیڈیز کانفرنس ہندوستان کی مستورات کے لئے خواہ وہ کسی حصہ میں ہوں اور خواہ وہ سوسائٹی کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں بلا لحاظ مذہب و ملت مرکزی انجمن ہوگی۔ اس تحریک کے بانیوں کی خواہش ہے کہ فرقہ اور مذہب کے قیود سے نکلکر ہندوستان کی لاکھ دو لاکھ لڑکیوں کو اپنی متحدہ کوشش اور ہمت سے فائدہ پہنچایا جائے۔ اِس طرح یہ کانفرنس بلحاظ اپنے اجزا کے تمام ہند کی نمایندہ ہوگی اس کا ممبر ہر ایک ہو سکتا ہے +

اس کے بعد دوسرا امر یہ ہے کہ ہم اپنے کام کو ترتیب دیں۔ میرے خیال میں اس کانفرنس کا بڑا کام سب اندرونی قسم کا ہوگا۔ لیکن ہمیں کامیابی کے لئے گورنمنٹ کی امداد کی ایک حد تک ضرورت ہوگی۔ گو میں مانتی ہوں کہ اس کام کے حاصل کرنے کیلئے ہماری اپنی اندرونی کوشش ہی ہماری آخری کامیابی کا باعث ہوگی۔ اس طرح ہمیں اس بات کا علم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوگا کہ انگلینڈ کی مستورات کی موجودہ قابل رشک حالت۔ مس جیسے مس فلورنس نائٹینگیل۔ مس الزبلکبرس کی محنت ہی کا نتیجہ ہیں۔ جو حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کے زمانہ مبارک میں تھیں۔ ان مستورات نے ایسے گھر تیار کئے جہاں مفلس اور بیکس عورتوں کیلئے مفید کام سیکھنے کا انتظام کیا گیا یہاں اندھوں کو خاص قسم کی تعلیم دینے کے لئے سہولتیں پیدا کی گئیں۔ اور جہاں بیمار اور لنگڑے و لنجے ہمدردانہ امداد حاصل کرتے تھے ہمارے زمانہ میں بھی انگلستان زیادہ آسودہ و خوشحال ہے کیونکہ حضور ملکہ الگزنڈرا صاحبہ۔ جناب ملکہ میری صاحبہ شہزادی صاحبہ کرسٹیانہ اور تمام شہزادیاں بڑی محنت اور تندہی سے ملک کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ ان ممتاز مستورات کا کام تمام دیگر عورتوں کے لئے جہاں کہیں وہ ہوں بطور نمونہ خیال کیا جانا چاہئیے۔ دیگر ممالک میں بھی ہمیں کونٹس مونٹسری صاحبہ کا پتہ ملتا ہے جو بچوں کے دماغ کی تربیت و تعلیم کی وجہ سے مشہور ہیں۔

ہمیں اس احسان کو فراموش نہ کرنا چاہئیے جو اسلامی مستورات کی کوششوں اور عقلمندی سے تمام دنیا پر ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ عورت کے دل میں انسانی ہمدردی اور محبت کا ایک خاص حصہ ہے۔ وہ قانون یا مذہب جو عورت کو مرد کے برابر برابر اپنی قابلیت کے اظہار کا موقعہ نہیں دیتا۔ وہ انسانی تہذیب کے معمولی معیار سے بھی گرا ہوا ہے زیادہ تر اسلام ہی کی طفیل مستورات کو اپنی لیاقت و قابلیت کے اظہار کیلئے بہت بڑے وسیع میدان ملا ہے اسلامی تاریخ میں اکثر ملکی اور جنگی امور کے متعلق مستورات کا نام دکھائی دیتا ہے مثلاً نور جہاں۔ زیب النساء۔ چاند بی بی۔ جہاں آرا۔ یہ چند نام ان درخشاں ستاروں میں سے ہیں۔ جن کا پرتو آج تک ہندوستان پر پڑ رہا ہے ایسی مستورات

بھی دیکھی جاتی ہیں جنہوں نے صرف انتظامی معاملات ہی میں اپنی دانائی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ علم ادب اور سائنس یا طبعیات میں بھی کمال دکھایا۔ مثلاً عائشہ خاتون۔ خدیجہ بنت القیام۔ آمنہ۔ عاصیہ اپنی قانون دانی علم اخلاق فلسفہ علم وفضل کے لئے مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض بڑے مجمعوں میں جہاں اُس زمانہ کے کئی ایک لائق وفاضل بھی موجود ہوتے تھے۔ عالمانہ لکچر دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ خلیفہ المامون کے شاہی حکیم کے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں اُسکی بہن اور بھانجی جو دونوں طب اور جراحی کے کام میں بہت ہوشیار تھیں بہت حد تک ہاتھ بٹایا کرتی تھیں۔ ہمارے اپنے زمانہ میں بھی فاطمہ علیا خانم نے اپنے علم و ادب کے کُتب کی وجہ سے بہت شُہرت حاصل کی ہے مصر کی مستورات زینت خانم کی اس اعلیٰ درجہ کی اور آج تک کوششوں کیلئے از حد مشکور ہیں جو مسماۃ مذکور نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کیں۔ اور آنما خانم کی عام فیاضی مسلمانان پولنڈ میں ہر ایک کو معلوم ہے۔ اسی طرح لکھنو میں ہمارے مکتب یعنے ندوۃ العُلما بہت حد تک جنابہ بیگم صاحبہ بہاولپور کا ممنون و مرہُون ہے۔ ہاں تو یہ میری داستان اُدھوری رہیگی۔ اگر میں اس جگہ سیتا جی۔ شکنتلا۔ دروپتی۔ پدمنی جیسی رانیوں کا ذکر نہ کروں جو بلحاظ شکل وشباہت اور بلحاظ صفائی باطن مشہور تھیں۔ جن کے اوصاف کے گیت مختلف زبانوں میں گائے جاتے ہیں۔ شورانی جی کو ان کے وقت کے لوگوں نے عالم و فاضل تسلیم کیا۔ راجہ بھوج نے قدیم زمانہ میں ایک سیتا نامی عورت کی تمام دربار میں تعظیم و تکریم کی بدیں وجہ کہ اس نے ریاست کا ایک نہایت مشکل عقدہ حل کیا۔ اسی طرح انوسیا نے اپنی زندگی مستورات کی تعلیم و ترقی کے لئے وقف کر دی۔ آٹھویں صدی کا بڑا بھاری معلم یعنے بھٹا چارجیا نے سب کچھ اپنی والدہ کی فراست۔ علم۔ رُوحانی صفائی کی وجہ سے حاصل کیا۔ ان لوگوں سے جو ہندوستان میں مستورات کی آئے دن ترقی کو دیکھ رہے ہیں۔ پنڈتہ راما بائی سرسوتی اور انندی بائی کے کام پوشیدہ نہیں ہیں۔

ان حالات کا لحاظ رکھ کر جن کے درمیان ہماری تربیت و پرورش ہو رہی ہے اور ان فرائض کو مد نظر رکھ کر جو ہمارے ذمہ ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم خاص توجہ اہم

کی طرف منعطف کریں۔ کہ ہماری لڑکیاں کس قسم کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں تعلیم بلکہ نوع تعلیم پر ہی ہماری ساری کی ساری قوم کا مستقبل انحصار رکھتا ہے۔ ہماری لڑکیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ گھر کے اندر ایک صدر کی حیثیت رکھیں جو ان کی لائق ہے۔ اور اگر ضرورت ہو تو انہیں اپنے اور اپنے بچوں کیلئے روزی کمانے کے بھی قابل بنا دیا جائے بڑی بڑی اعلےٰ دماغ والی عورتوں کی صفائی اور خوبی اخلاق کا بڑا باعث زیادہ تر انکی مذہبی تعلیم ہی دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی تعلیم کا نہ ہونا ہر جگہ ایک خطرناک نقص ہے۔ اور اسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے +

سالگذشتہ ویسٹ منسٹر کے چرچ ہوس میں لارڈ پارمور اور لبشپ آوف اکسفورڈ نے اپنی تقریروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس میں مذہبی تعلیم کیطرف کم توجہی پر بہت کچھ اظہار افسوس کیا۔ اور تمام مجمع نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ طلباء کے تعلیمی نصاب کا زیادہ تر حصہ کسی قسم کی مذہبی تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو جن کیلئے مذہب ہی زندگی کا روح رواں ہے اس فیصلہ کو دیکھ کر متنبہ ہو جانا چاہیئے چونکہ اس وقت ہمیں عمدہ طریق پر ٹرینڈ شدہ مدرسین کی ضرورت ہے۔ اسلئے میں نے ایک تعلیمی نصاب تیار کرنے کا انتظام کیا ہے۔ یہ نصاب تیار ہو چکا ہے۔ اور افسران صیغہ تعلیم کے پاس برائے نظر ثانی اور تنقید کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ہمیں ایکدوسرے کو مبارکباد دینی چاہیئے کہ پونا میں مستورات کی یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے۔ اور چونکہ اس کا انتظام قابل ہاتھوں میں ہے اسلئے عمدہ نتائج کی اُمید کیجا سکتی ہے +

جو کام آج ہمارے درپیش ہیں وہ مختلف قسم کے اور بہت ضروری ہیں۔ اگر اس تحریک سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہم ان وسائل و ذرائع کو عام کریں جن سے ہمارے لڑکے اور لڑکیاں آئندہ اچھے طریق پر تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔ اور وہ تعلیم اس ڈھنگ کی ہو۔ کہ جب وہ ہمارے مقام پر پہنچیں تو وہ دنیوی کاروبار چلانے کیلئے جو آئے دن زیادہ تر کوشش و ہمت چاہتے ہیں۔ ہم سے بہتر طرز پر تیار ہوں۔ اور اگر ہمارا مدعا یہ بھی ہے کہ ان غیر مفید اثرات اور روایات کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے جو آجکل ہمیں گھیرے ہوئے ہیں

اور جن کے ذریعہ گذشتہ زمانہ میں تمدن میں زوال و ناکامی ہوئی ہے نیز اگر ہماری خواہش ہے۔ کہ ہمارے ملک کا نام ہمارے لئے باعث فخر ہو اور غیر ممالک اسکی عزت کریں۔ تو اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی وقف کر دیں۔ ہندوستان میں عام طور پر مستورات کا تنزل اُن کی برادری کے لوگوں کے لئے ایک ہمیشہ کی ملامت ہے۔ قرآن شریف نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ مرد و عورت اپنے قوائے ذہنی کے استعمال کرنے اپنے مقبوضات کے رکھنے اور دنیا میں مختلف موقعوں سے فائدہ اُٹھانے کا مساوی حق رکھتے ہیں مسلمانوں کی مشہور تاریخیں ایسی مثالوں سے روشن ہیں۔ جو بتلاتی ہیں کہ اسلامی مستورات نے بڑی جرات و دلیری سے اپنی قومی زندگی کے قریباً تمام کاموں میں حصہ لیا ہے لیکن انکی معکوس ترقی کے اسباب تو ان کی اپنی سستی اور لاپرواہی نیز ان فرائض کی طرف عدم توجہ ہے۔ جن کی ادائیگی سے انہیں وہ علوم و ذرائع حاصل ہو سکتے تھے جن سے اُن کے دماغی قویٰ کا اظہار ہوتا۔ اسلئے آج ہمیں سچے دل سے حلف اُٹھانا چاہئے کہ جب تک ہم اس کام کو خواہ وہ کتنا ہی مشکل اور اہم کیوں نہ ہو ایسے راہ پر نہ لائیں جس سے اسکی تکمیل ہو اس وقت تک ہمارے نزدیک ہر ایک قسم کا ڈر اس راہ میں گناہ خیال کیا جائیگا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ مشرق میں عورت کا مرتبہ بڑا زبردست ثابت ہوا بلکہ اسکی زبان زیادہ تر مؤثر مانی گئی ہے۔ اس مہم کی تکمیل کے لئے جس سے آپ کی تمام پوشیدہ قوتیں اور قابلیتیں ظہور میں آسکیں بڑی ہمت و جرات درکار ہے۔ آؤ ہم سب ملکر اُس قادر مطلق کے حضور دُعا کریں جو صدق دل سے کوشش کرنے والے کو کامیابی کا مُنہ دکھلاتا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نور ہدایت سے ان معاملات میں رہنمائی کرے۔ اور ہمیں اپنے ارادوں میں استقلال بخشے پس آج ہم سب اس تحریک کی بنیاد رکھتی ہیں جو مسلمانوں ہندوؤں۔ پارسیوں جینیوں اور سکھوں کی مشترکہ غرض ہوگی۔ اور جن کا پھل آئندہ ہم سب یکساں طور پر چکھینگی۔ اور اس قسم کی قابل قدر اور عالیشان مدعا کو لئے ہوئے ہمیں کامیابی کے لئے بہت دیر انتظار میں رہنا نہ پڑیگا فقط

عورت اور عورت کے حقوق زیرِ اسلام

بہ تسلسل صفحہ ۵۳۶ جلد ۴ نمبر ۱۲

(از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

اسلام کی شان و شوکت نساء اسلام سے ایسی ہی ہویدا تھی جیسی کہ مردوں سے۔ خود نبی اُمّی کی پیاری بیٹی علم و حکمت کی خاتون بن گئی۔ اور رسول اللہ صلعم کی کم سن حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے زمانہ کی ایک نہایت بلند پایہ فقیہہ۔ محدّث۔ مفسّر اور نساب ہُوئیں۔ حضرت عائشہؓ علم طب سے بھی واقفیت رکھتی تھیں۔ اور عربی علم ادب اور شعر و سخن سے کامل ماہر تھیں۔ علمِ فقہ میں ان کا یہ رُتبہ تھا کہ فقہ کے متعلق اسلام میں جس قدر احادیث ہیں ان کی ایک چوتھائی حصّہ کا ماخذ حضرت عائشہ صدیقہؓ خود ہیں۔ جب کبھی شریعت اسلامی کے کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا تھا۔ تو حضرت عائشہ سے رُجوع کیا جاتا تھا۔ احنافؔ بن قیس کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ (حضرت عائشہؓ کے والد) حضرت عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور دوسرے فضلا اور قابل بزرگوں کے وعظ اور خطبے سُنے ہیں لیکن جو کچھ میں نے حضرت عائشہ سے سُنا فصاحت اور ادبیت کے لحاظ سے اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ تاریخ اسلام اہل کمال مسلمان عورتوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کی دختر سکینہ علمی فضیلت میں بہت شہرت رکھتی تھیں امتہ الواحد حسین بن اسمٰعیل کی بیٹی کتابت۔ حدیث۔ فصاحت۔ ریاضیات اور علم صرف و نحو میں ماہر تھی +

سپین میں بھی مستورات فنون لطیفہ کی ماہر ہوتی تھیں۔ قرطبہ کے خلیفہ کی بیٹی ولادتہ حُسن و قابلیت میں یکتائے روزگار تھی۔ اسی دربار کی اور شہزادی عائشہ اسکی ہم پلّہ تھی۔ اس کے خطبے اور نظمیں اکثر اس شہر کی مجلس شاہی میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور خراج تحسین وصول کرتی تھیں۔ اسی مشہور آفاق دارالسلطنت

کی رہنے والی لبیفہ نہ صرف شعر وسخن میں بے نظیر تھی بلکہ فلسفہ اور ریاضیات میں بھی تبحر رکھتی تھی۔ اور خلیفہ حکم کی خانگی نظامت کے عہدہ پر جو مستورات کو شاذ ہی نصیب ہوتا تھا ممتاز تھی۔ سیبول کو ناز تھا صفیہ پر جس کا شاعرانہ کلام اور خوبصورت دستخط برابر کی تحسین حاصل کرتے تھے۔ اور الغانیہ پر جو خلیفہ کے قصیدے لکھا کرتی تھی اور مریم پر جو عربی ادب میں خاص شہرت رکھتی تھی +

نساء اسلام میں جو خاتونیں ولایت کے رُتبہ کو پہنچیں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن رابعہ الادویہ نے وہ رُتبہ حاصل کیا۔ کہ بقول ابن خلکان قرون وسطیٰ میں اس کا مقبرہ زیارت گاہ عوام بن گیا تھا۔ ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری تھا" عربوں کی ادبی تاریخ میں سے اسکی ایک نظم کا حسب ذیل ترجمہ ہے:۔

میں تجھے دو طرح سے محبت کرتی ہوں۔ خود غرضی سے اور دوسرے جیسے کہ تیری شان کے شایاں ہو۔ یہ خود غرضانہ عشق ہے۔ کہ میرے دل میں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے۔ اور میں کچھ نہیں کرتی۔ اور دوسرا خالص عشق ہے۔ جب تو میری قربان ہونیوالی نگاہوں کے سامنے اپنی نقاب اُلٹ دیتا ہے۔ ان دونوں باتوں میں میں کسی تعریف کی مستحق نہیں میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ دونوں میں قابل تیری ہی حمد وستائش ہے +

حضرت رابعہ کو قرآن کریم پر اسقدر عبور تھا۔ کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپنے تیس سال تک دوران گفتگو میں قرآنی آیات کے سوا اور کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا +

نساء اسلام مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بڑے بڑے مناصب پر فائز رہی ہیں اور خوش سلوبئ کار سے انہوں نے صنف نازک کو چار چاند لگا دئیے ہیں مُسلمان خاتونیں نہایت مشہور طبیب اور فقیہہ رہی ہیں +

مشہور دوران خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ اور شاہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی ملکہ نور جہاں نے اپنے اپنے زمانے کی تاریخ میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔ مسلمان شہزادیوں نے ملکوں اور وسیع سلطنتوں پر کامیابی سے حکمرانی کی ہے +

خلیفہ مامون بن ہارون الرشید کی بیوی بوران علمی تبحر میں مشہور تھی۔ اور ایسا ہی مامون کی ہمشیرہ اُم الفضل اور اسکی بیٹی اُم الحبیب کا حال تھا۔ مشہور فقیہہ رابع المرے اپنے علمی تبحر کیلئے اپنی والدہ حمیدہ کا احسان مند تھا +

پانچویں صدی ہجری میں فخر النسا شیخہ شہدہ بغداد کی مسجد جامع میں سرِ عام لکچر دیا کرتی تھی +

بغداد کے مشہور مؤرخ احمد بن ابی طاہر نے تیسری صدی ہجری میں بلاغت النسأ کے نام سے ایک کتاب خاتونانِ اسلام مثلاً حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ کے خطبات و مواعظ پر لکھی تھی +

حضرت فاطمۃ الزہرا نے اپنے باپ رسول اللہ صلعم کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے وہ رُوح کو تڑپا دینے والا ہے۔

دیگر مشہور مسلمان شاعرات اور ادیبوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:-

اروی بنت الحارث۔ زینب العقیل۔ زینب اُم کلثوم۔ عبد المطلب کی بیٹیاں ام حاکم و عمیمہ۔ صفتہ الدین۔ بی بی سیدل۔ نورجہاں۔ زیب النساء۔ رضیہ بیگم۔ شاہجہان بیگم اورنگزیب بیگم۔ رابعہ شامیہ۔ حکیمہ دمشقیہ۔ تحفتہ عربیہ۔ رابعہ بصری کی طرح جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مشہور اولیاء تھیں +

دینِ عیسوی کا جب زور تھا تو ایک فاضل عورت کا وجود بھی گوارا نہ کر سکا۔ ڈریپر لکھتا ہے:-

ہائی پیشیا اور سائرل! ایک کو علم و حکمت میں تبحر دوسرے کو جہل و تعصب میں توغل!! بھلا اجتماعِ ضدین کیونکر ممکن تھا؟ سائرل کو اس کا احساس ہوا اور فیصلہ کر لیا کہ کیا ہونا چاہئے۔ ایکدن ہائی پیشیا مدرسہ کو جا رہی تھی۔ کہ سائرل کی اُمت کے ایک گروہ کثیر الانصار یعنی بہت سے پادریوں نے اُسے آ گھیرا۔ بیچ بازار میں اس کے کپڑے نوچ کھسوٹ ڈالے۔ اُسے بالکل برہنہ کر دیا۔ اور پھر کھینچتے گھسیٹتے ایک گرجا میں لیگئے جہاں عصا کے لٹھوں سے اس کا کام تمام کیا گیا۔ اسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے

گوشت و پوست کو سیپوں سے چھیلا گیا - اور ہڈیوں کو آگ میں جھونک دیا گیا - اس خوفناک جرم کے متعلق سائل سی جواب تک نہ لیا گیا - گویا یہ تسلیم کر لیا گیا کہ چونکہ مقصد محمود تھا اسلئے اسکی تکمیل کا جو ذریعہ اختیار کیا گیا - وہ بھی محمود ہو گیا +

اسکندریہ میں یونانی فلسفہ کا چراغ اِس طرح گُل ہوا - اور جس علم کی اشاعت کیلئے فرمانروایان سلسلۂ بطلیموسیہ نے اِس قدر کوششیں کی تھیں اس کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا - سریپین کا کُتب خانہ جو اسکندریہ کے کتب خانہ کی شاخ تھا برباد ہو ہی چکا تھا - دُنیاوی علوم کے اکتساب کی اُمنگیں جو دلوں میں باقی تھیں ہائی پیشیا کی عبرتناک انجام نے ان کو ٹھنڈا کر دیا - انسانی تخیل کی آزادی ہمیشہ کیلئے چھن گئی - الغرض ۴۱۵ء وہ تاریخ ہے جبکہ انسان کو متنبہ کر دیا گیا - کہ ہر شخص صرف انہیں خیالات کو ذہن میں جگہ دے سکتا ہے جس کی اجازت حکام کلیسیا دیں - ایتھنز میں بھی فلسفہ دم توڑ رہا تھا - جسٹینین نے بالآخر اسکی تعلیم کی ممانعت کر دی - اور اسی شہر کے تمام مدارس بند کر دیئے" +

کسی نہایت تنگدل مسلمان نے بھی کسی عورت کے ساتھ کبھی وہ سلوک روا نہیں رکھا - جو اُن لوگوں نے ہائی پیشیا کے ساتھ کیا - اسلامی تاریخ اس قسم کی بہیمیت سے پاک ہے - مسلمان فلسفہ پر لیکچر دینے کی پاداش میں عورتوں کے ساتھ کس طرح بدسلوکی کر سکتے تھے - جبکہ قرآن کہتا ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے - ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا - اور جس کو حکمت (فلسفہ یا حکمیات) دیگئی ہے تحقیق اسکو بہت اچھی چیز دیگئی ہے (سورہ بقر ۲۶۹) اسماء الٰہی میں سے ایک الحکیم بھی ہے - اور رسُول اللہ صلعم کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھائے - (یعلمھم الکتٰب والحکمۃ - سُورۃ الجمعہ) پوری آیت کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ تعالیٰ مالک القدوس العزیز الحکیم کی تسبیح کرتا ہے وہی ہے - جس نے ایک اُمّی قوم کیلئے انہی میں سے ایک رسُول پیدا کیا - جو انکو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتا ہے - اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے - اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے -

حالانکہ اس سے پیشتر وہ بالکل اندھیرے میں تھے۔ خود قرآن شریف کو الکتاب الحکیم کہا گیا ہے یعنے دانائی حکمت اور فلسفہ کی کتاب +

اسلام میں تو عورتوں کو اتنی تکلیف بھی نہیں اُٹھانی پڑی جتنی گذشتہ سالوں میں اس آزادی پسند انگلستان میں حقوق طلب عورتوں کو اُٹھانی پڑی۔ اسلام میں عورتوں کو اپنے حقوق کیلئے کبھی لڑنا نہیں پڑا۔ جو جو مراعات اُن کا حق تھیں وہ ان کو ہمیشہ ملتی رہی ہیں۔ اگر اُن کو وہ حقوق حاصل نہ ہوتے تو بلا شُبہ وہ بھی ان کیلئے جدوجہد کرتیں مسلمان عورتیں بہادری اور جُرات میں کسی سے پیچھے نہیں رہی ہیں مسلمانوں میں جون آف آرک بہت ہوئی ہیں +

صفیہ۔ ام صلیت۔ ام سلیم۔ ام عمرہ۔ خنہ۔ خولہ بنت عذور۔ عفیرہ۔ ام ابان سلمہ۔ ام کلیم اسمہ۔ بنت ابو بکر۔ خولہ بنت صلیبہ۔ کعوب بنت مالک سلمہ بنت ہاشم۔ نام بنت قنس۔ امیر معاویہ کی ہمشیرہ اور والدہ۔ زفیرہ بنت عفرہ اور لاتعد اور خاتونوں نے فرانس کی مشہور جاں باز جون آف آرک سے جس نے یورپین ممالک میں اس قدر شُہرت حاصل کرلی ہے بہت زیادہ بہادری۔ دریادلی اور حُبّ الوطنی کے کام کئے ہیں یرموک اور قادسیہ کی فیصلہ کُن لڑائیوں میں جو علے الترتیب رومیوں اور ایرانیوں سے ہوئی تھیں مسلمان عورتوں نے نمایاں حصّہ لیا تھا۔ اور اپنے مردوں کو فتح حاصل کرنے میں بہت مدد دی تھی۔ کچھ عرصہ ہُوا کہ انگریزی اخبارات میں حیرت و استعجاب کے ساتھ اس امر کا تذکرہ شائع ہُوا کہ ٹرکی میں مسلمان خاتونیں عورات کی آرمی کور میں شامل ہوگئی ہیں مسلمانوں کو اور ان لوگوں کو جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں۔ اسمیں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی۔ جو یورپین لوگ ایشیائی زبانوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں ہم ان کو ذیل کی تاریخی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ گذشتہ زمانہ میں مسلمان عورتیں کس قسم کی تھیں۔ طبری جلد ۵-۶۔ اسد الغبہ جلد ۵۔ فتوحات اسلامیہ بلاذری وکے یدی +

ابتدائی ایام میں عورتوں کو صنف نازک ہونے کے خیال سے میدان جنگ میں جانے

سکے لئے ترغیب نہیں دیجاتی تھی۔ لیکن جو چلی جاتی تھیں مندرجہ ذیل فرائض ان کے سپرد ہوتے تھے (۱) زخمیوں کو میدان جنگ سے اُٹھا کر لیجاتی تھیں (۲) اُن کی تیمارداری کرتی تھیں جو مر جاتے تھے اُن کی تکفین وتدفین کرتی تھیں (۴) جنگی باور چیخانوں کی نگرانی کرتی تھیں (۵) جوش انگیز نظمیں پڑھ کر جو اکثر ان کی اپنی لکھی ہُوئی ہوتی تھیں سپاہیوں کے دل بڑھاتی تھیں۔ جنگ اُحد میں جب رسُول اللہ صلعم زخمی ہُوئے تو آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے آپ کی تیمارداری کی۔ اور آپ کی حرم محترم میدان جنگ میں زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جنگ خیبر میں بھی عورتیں رحمت کے فرشتے ثابت ہوئیں +

گبن اور اوکلے کی تاریخ اسلام کے مندرجہ ذیل اقتباس سے انگریزی دان پبلک پر واضح ہو جائیگا کہ مسلمانوں نے جس قدر بہادر اور محب وطن عورتیں پیدا کی ہیں۔ یُورپ کی کسی قوم میں نہیں ہُوئیں۔ عربوں اور رومیوں کی ابتدائی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہُوئے مذکور الصدر مورّخ لکھتے ہیں:۔

"اتفاق سے ان اسیران جنگ میں جو پطرس نے گرفتار کئے تھے۔ حضرت ضرارؓ کی ہمشیرہ خولہ بھی تھی۔ جو مردانہ شجاعت رکھتی تھی۔ اور بہت حسین تھی۔ اپنی بہن کی گرفتاری پر ضرار کو بیحد قلق ہُوا اور حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ حضرت خالدؓ نے دلاسا دیا اور کہا کہ ہم نے اُن کا جرنیل اور کچھ اور قیدی گرفتار کئے ہیں جن کا ہم اپنے آدمیوں سے تبادلہ کر لیں گے۔ اور بلاشبہ وہ ہم سب کو دمشق میں ملجائیں گی۔ پھر بھی انہوں نے ارادہ کیا کہ چلو چل کے دیکھیں تو سہی شاید دمشق پہنچنے سے پہلے وہ ہم کو ملجائیں خالد۔ رفیع میسرہ اور ضرار قیدیوں کی تلاش میں نکلے اور ابُوعبیدہ کو حکم دیا۔ کہ آہستہ آہستہ فوج کو لیتے آؤ۔ جو عورتیں گرفتار ہُوئی تھیں اُن میں بعض حمیاری قوم کی عورتیں بھی شامل تھیں جو عربوں کے خیال کے مطابق قدیم اما لکی قوم کی نسل سے ہے یہ عورتیں گھوڑے کی سواری کی عادی ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی بہادری سے لڑتی ہیں جیسے کہ قدیم زمانے میں امیزن عورتیں لڑا کرتی تھیں۔ پطرس جب قیدیوں اور مال غنیمت کو محفوظ مقام پر پہنچا چکا تو اُن کو جلدی سے دمشق نہیں پہنچایا۔ بلکہ راستہ میں

ٹھیرا رہا۔ کہ اگر ہوسکے تو اپنے بھائی پال کی فتح کی خبر سنکر ہی گھر جائے۔ جب وہ آرام کر رہے تھے۔ اِنہوں نے عورتوں کی دیکھ بھال کی۔ اور اُن کے مال وغیرہ کی بھی جانچ پڑتال کر لی۔ اور پطرس نے ضرار کی بہن خولہ کو اپنے واسطے اِنتخاب کیا۔ اور اپنے آدمیوں کو کہدیا کہ وہ اس کے واسطے مخصوص رہیگی۔ دوسرا کوئی آدمی اسکی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے۔ اور وہ بھی کسی اور کی خواہش نہیں کریگا۔ باقیوں نے بھی اپنے لئے ایک ایک تجویز کر لی۔ یونانی تازہ دم ہونے کے لئے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ اس اثنا میں عورتیں اکٹھی ہوئیں۔ اور خولہ نے ان کو یُوں خطاب کیا:۔

کیا تم اس بات کو گوارا کرو گی۔ کہ یہ حبشی تم کو ذلیل کریں۔ اور تم ان بت پرستوں کی لونڈی غلام بن جاؤ۔ تمہارے حوصلوں کو کیا ہؤا۔ اپنے متعلق تو میں یہ کہتی ہوں کہ پیشتر اس کے کہ ان میں سے کا کوئی بُت پرست چنڈال مجھے ہاتھ لگائے میں اپنی جان دے چکی ہونگی۔ عفیرہ بھی انہی میں تھی۔ کہنے لگی کہ ہم بُزدلی سے نہیں بلکہ ضرورت کی وجہ صبر کئے بیٹھی ہیں۔ کیونکہ ہم بے بس ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو تلوار ہے نہ نیزہ نہ کمان اور نہ کچھ اور۔ خولہ نے کہا کیا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ہم خیموں کی چوبیں نکال لیں اور اپنی حفاظت کریں۔ کس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم کو فتح دے یا ہمارے بچاؤ کا کوئی اَور ذریعہ نکال دے۔ اور اگر نہیں۔ تو ہم اپنی جان پر کھیل جائینگی۔ اور امن میں چلی جائیں گی۔ اور اپنے مُلک کی عزّت بچا لینگی۔ عفیرہ بولی بخدا تم سچ کہتی ہو۔ وہ فوراً آمادہ ہوگئیں۔ ایک ایک چوب سنبھال لی۔ اور خولہ اُن کی سپہ سالاری کرنے لگی۔ اور حکم دیا کہ دیکھو۔ ایک دائرہ بنالو اور خبردار بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑنا کہ کہیں کوئی اس دائرہ میں گھس آئے۔ اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ ان کے نیزوں کو اپنی چوبوں سے مار کر گرا دو۔ انکی تلواروں اور انکی کھوپڑیوں کو توڑ دو۔ یہ کہ کر وہ ایک قدم آگے بڑھی۔ اور ایک آدمی پر جو زد میں تھا ایسا وار کیا۔ کہ کھوپری کے ٹکڑے اُڑا دیئے بس پھر کیا تھا۔ ایک شور برپا ہوگیا۔ اور یونانی اپنے خیموں سے نکلے تو انہوں نے عورتوں کو دیکھا کہ مسلح کھڑی ہیں۔ پطرس نے خولہ کو جسے اُسنے اپنی معشوقہ بنانے کیلئے انتخاب کیا تھا

آواز دی۔ میری جان یہ کیا معاملہ ہے۔ خولہ نے جواب دیا۔ او مسیحی کتّے۔ تجھ پر اور تیرے تمام ساتھیوں پر لعنت کی پھٹکار۔ معاملہ یہ ہے کہ ہم اپنی عزت اور ناموس کو بچانا چاہتی ہیں۔ اور ان چوبوں سے تمہارے سروں کو کچلنا چاہتی ہیں۔ آؤ اب اپنی معشوقہ کے پاس کیوں نہیں آتے جیسے تم نے اپنے لئے تجویز کیا ہے شاید تمہیں کچھ میرے ہاتھوں ملجائے جو تمہاری تکلیف کا کافی معاوضہ ہو۔ پطرس اس پر ہنسا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ انکے گرد گھیرا ڈال دو۔ انکو کسی قسم کی اذیت نہ دینا بلکہ صرف گرفتار کرلو۔ اور ان کو خاص حکم دیا۔ کہ میری معشوقہ کا خاص خیال رکھنا۔ انہوں نے اسکے احکام کی بجا آوری کی کوشش کی لیکن بےسُود۔ کیونکہ جب کوئی سوار ان عورتوں کے نزدیک جاتا تھا۔ تو تو وہ گھوڑے کی ٹانگوں میں لکڑی اڑا دیتی تھیں۔ اور اگر گھوڑا گر پڑا۔ سوار کا دوبارہ زندہ اُٹھنا قطعی محال ہوتا تھا۔ جب پطرس نے دیکھا کہ معاملہ تو واقعی خطرناک ہوتا جاتا ہے تو بہت غصّہ میں آیا۔ اپنے گھوڑے سے اُترا۔ اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی گھوڑوں سے اُتر پڑیں اور تلواریں لے کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ عورتیں بہت نزدیک نزدیک ہوگئیں۔ اور کہنے لگیں۔ بہادرو۔ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت مرنا بہتر ہے۔ پطرس کو اپنی معشوقہ کی بڑی فکر لگ رہی تھی۔ اور جب اسکے حسن۔ تناسب اعضا اور قدوقامت پر نظر پڑیں۔ تو جی چھوٹ گیا۔ نزدیک آیا۔ ملائمت سے باتیں کرنے لگا۔ اور چاہتا تھا کہ اسکو اسکے ارادہ سے باز رکھے کہ میں صاحب حیثیت اور معزز اور باوقار ہوں کئی ایک محلات وغیرہ رکھتا ہوں جو سب تمہارے ہو جائینگے۔ اتم اپنے آپ پر رحم کرو۔ اور موت کی متلاشی نہ ہو۔ خولہ نے جواب میں کہا۔ او کافر خبیث۔ ذلیل تو میرے نزدیک کیوں نہیں آتا۔ کہ میں تیرا بھیجا نکالوں۔ اس جواب سے وہ بہت غیظ میں آگیا تلوار سونت لی۔ اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ٹوٹ پڑو اور کہا کہ اگر ہم ان عورتوں کے ہاتھوں پیٹے گئے۔ تو شام اور عرب کے گرد ونواح میں مارے شرم کے منہ دکھانے کے قابل نہ رہینگے۔ عورتیں خدائے ربّ العزّت کے سامنے دست بدعا تھیں انہوں نے یونانیوں کے حملہ کا بڑی بہادری سے سامنا کیا۔ خوش قسمتی سے اتفاق ایسا ہوا۔ کہ

عین اُس وقت جبکہ وہ گرم پیکار تھیں۔ خالد اور اسکے ساتھی پہنچ گئے۔ گرد اُڑتی اور تلواریں چمکتی جب انھوں نے دیکھیں تو حیران ہُوئے۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خالدؓ نے رفیع کو دریافتِ حالات کے واسطے بھیجا۔ وہ بسُرعت تمام آگے بڑھا۔ اور فوراً واپس آکر اُس نے صُورتِ حالات بیان کی۔ خالد کہنے لگے۔ کچھ تعجب کی بات نہیں اِس قبیلے کی عورتیں اسکی عادی ہیں۔ جُونہی ضرار کے کانوں میں یہ خبر پڑی۔ اُس نے جلدی سے گھوڑا بڑھایا۔ کہ عورتوں کی مدد کو جائے۔ خالدؓ نے کہا۔ آہستہ۔ ضرار۔ آہستہ۔ جو شخص اطمینان سے اپنے کام پر جاتا ہے۔ وہ جلد باز شخص کی نسبت اپنا مقصد جلد پا لیتا ہے۔ ضرار نے جواب دیا۔ مجھے صبر نہیں۔ مجھے جانا ہے اور اپنی بہن کو بچانا ہے۔ تب خالدؓ نے صفوں کو آراستہ کیا۔ اور نزدیک پہنچکر حکم دیا کہ چاروں طرف سے دشمن کے گرد گھیرا ڈال دو۔ خولہ نے جب مُسلمانوں کو آتے دیکھا چلّا اُٹھی۔ دیکھو پیاری بہنو۔ اللہ نے اپنی نصرت بھیج دی۔ جب یُونانیوں کو مسلمانوں کو نزدیک پہنچتے دیکھا۔ ڈر گئے اور سہمی ہُوئی نگاہوں سے ایکدوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ تب پطرس کو سُوجھی کہ اپنے بچاؤ کا کوئی حیلہ کیا جائے۔ عورتوں کو للکارا۔ دیکھو مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ کیونکہ ہم مائیں بہنیں اور بیویاں رکھتے ہیں پس میں مسیح کی خاطر میں تم کو جانے کی آزادی دیتا ہوں۔ جب تمہارے آدمی آئیں ان کو بتانا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیسی نرمی برتی ہے۔ یہ کہکر اس نے مُسلمانوں کی طرف رُخ کیا۔ اور دیکھا کہ سب کے آگے دو سوار بسُرعت تمام آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی خالد تو پُوری طرح مسلح تھا دوسرا ضرار برہنہ تن ہاتھ میں نیزہ تانے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھا۔ جونہی خولہ کی نظر اپنے بھائی پر پڑی۔ چلّائی اے بھائی۔ ادھر آ۔ گو تیری مدد تیرے ہی اللہ کافی ہے۔ تب پطرس نے خولہ کو کہا۔ اپنے بھائی کے پاس جاؤ۔ میں تمہیں اس کے سپُرد کرتا ہوں۔ خود اس نے بھاگنے کے لئے باگ موڑی کہ جسقدر جلد ہو سکے بھاگ نکلے۔ یہ تمہاری بیوفائی ہم عربوں کے شایاں نہیں ہے۔ کبھی تو تم بڑے ہی چاہنے والے بن جاتے ہو۔ اور بڑا عشق جتاتے ہو۔ اور کبھی تم حد درجہ کی سرد مہری اور

بے اعتنائی ظاہر کرتے ہو۔ پطرس نے جواب دیا۔ دفع ہو۔ اب مجھے تم سے اتنی محبت نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔ خولہ نے جواب دیا۔ خیر میں تو تمہاری عاشق ہوں۔ اور جیسے بھی بن پڑے تم کو قابو کرونگی۔ پس وہ اس کی طرف بھاگی۔ خالد اور ضرار بھی پاس ہی تھے۔ پطرس نے ضرار کو دیکھتے ہی کہا۔ وہ ہے تمہاری بہن اسے لیجاؤ۔ تمہارے بڑے کام آئیگی۔ میں تحفہ کے طور پر تمہیں پیش کرتا ہوں۔ ضرار نے جواب دیا۔ جناب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے بڑی نوازش کی۔ مگر میں اس بھالے کی نوک کے سوا اس کا معاوضہ اور کچھ نہیں دے سکتا۔ اسے قبول فرمائیے۔ ساتھ ہی خولہ نے اُسے گھوڑے کی ٹانگوں پر ایک ضرب جمائی۔ اور اُسکو نیچے گرالیا۔ ...... پھر خالدؓ نے صف بندی کی۔ معاذ ابن جبل اور نعمان ابن مکرن کو میمنہ پر مقرر کیا۔ سعید ابن عمر سرجابل ابن حسنہ کو میسرہ پر۔ یزید ابن ابی سفیان چار ہزاروں کے ساتھ مال و اسباب عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر متعین ہوا۔ خولہ عفیرہ اور دیگر بلند مرتبہ خاتونیں جو قبائل عرب میں ممتاز خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور بہت سی کم رُتبہ مستورات قسمت آزمائی کیلئے تیار ہوگئیں۔ حضرت خالدؓ نے تب اُنکو خطاب کیا۔ اور کہا۔ شریف لڑکیو یقین رکھو کہ جو کچھ تم کر رہی ہو اللہ تعالےٰ۔ اسکے رسُول اور اُمتِ مسلمہ کو بہت پسند ہے۔ تم اس طرح سے شہرت دوام حاصل کرلوگی۔ اور بہشت کے دروازے تمہارے لئے کُھل جائیں گے۔ اور یہ بھی یقین جانو کہ مجھے تم پر بہت اعتماد ہے۔ اگر یونانیوں کا کوئی دستہ تم پر آگرے۔ تو سینہ سپُرد ہو جاؤ۔ اور داد مردانگی دو۔ اور اگر کسی مسلمانوں کو جنگ سے پیٹھ پھیرتے دیکھو۔ تو اُسکو ٹھیراؤ۔ اور کہو کہ کیا تم اپنے اہل و عیال سے بھاگ کر چلے ہو۔ اس طریق سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ خوب جان توڑ کر لڑینگے۔ عفیرہ نے کہا کہ ہم سب لڑنے اور جان فدا کرنے کو تیار ہیں ✦

(باقی دارد)

روحانی بارش

(از جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم)

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جسمیں بڑی بڑی طاقتیں اور استعدادیں ہیں! اور دنیا کے ہر ایک حصے میں اللہ تعالیٰ کے گوناگوں عطیات سے مستفیض ہوتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ درخت سمندر اور ہوا تمام کے تمام نسل انسانی کے قیام آرام و آسائش و خوشی کیلئے ہی ہیں آؤ ذرا لمحہ بھر کیلئے ہم اس وسیع مخلوق پر غور کریں۔ ہر ایک چیز عناصر میں موجود تھی! ور انسان کے استعمال کرنے کیلئے اپنی مکمل حالت میں تھی۔ لیکن اُسے ایک ایسے محرک کی ضرورت تھی۔ جو انکو حالت سکون سے حرکت میں لائے۔ تمام عناصر مثلاً لوہا۔ درخت۔ اور انواع و اقسام کے معدنیات وسیع سمندر اور بڑے بڑے جنگل جو بعد ازاں انسان کیلئے ایندھن کا کام دیتے ہیں تمام کے تمام ہی پیشتر سے موجود تھے۔ لیکن نہ تو یہ اس وقت تک ایکدوسرے سے متحد تھے۔ اور نہ ہی انکی کوئی شکل و شباہت تھی۔ ہمارا خیال زمین کے متعلق بہت وسیع ہے۔ پس ہم کو اُس لامحدود ہستی کی طاقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو ان ذرات کو ملاتی ہے جو اس نے پیدا کئے۔ اور جو عناصر کو متحد کرتی ہے گیس مایہ یا ٹھوس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور پھر کشت زار۔ اشجار۔ سمندر۔ دریاؤں۔ سنگلاخ چٹانوں یا چھوٹے چھوٹے گونگوں سخت سرخ خارا یا نرم و نرم گھاس کی شکل اختیار کر لیتی ہے جن کو ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ہے۔ جو انسان کیلئے یہ تمام نعماء پیدا کرتی ہے۔ اور ہر ایک چیز استعمال کیلئے تیار رکھتی ہے آؤ ذرا کھیتوں کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ کھیتی باڑی میں کچھ حد تک ہم انسانی ہاتھ کا دخل دیکھتے ہیں جو کہ کھیت میں قلبہ رانی کرتا ہے۔ اور بیج بوتا ہے۔ سورج اور چاند تمام انسانی کاریگری میں ممد ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر ابھی ایک اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ ضرورت حقہ اللہ تعالےٰ کا ایک خاص عطیہ ہے۔ جو بارش کی شکل میں

اُوپرسے نازل ہوتا ہے۔انسان حتے المقدور فصل کے تیار کرنے کے لئے سب کچھ کرسکتا ہے
لیکن اسوقت تک کشت زار ثمردار نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ تعالےٰ زمین کو سیراب
کرنے کیلئے اوپرسے بارش نازل نہیں فرماتا - جوکہ بیج کو بھگو دے - اور ہر ننھے ننھے بیج میں
قوت نمو پیدا کردے - تاکہ وہ زندہ رہے - اور نشو ونما پائے - اور اسکی شاخیں بڑھیں پھولیں
اور پھلیں اور انسان کیلئے آسائش و آرام اور خیر و برکت کا موجب ہو - یہ تمام کچھ اس ذاتِ
باری کے محض فضل وکرم سے ہی ہوتا ہے جوکہ ابر رحمت نازل فرما کر زمین کو سیراب کردیتا ہے۔
اس پر بھی ذرا غور و فکر فرمائیں - کہ تمام اشیاء حالت سکون و خوابیدگی میں پڑی ہوئی
ہیں - کوئی بھی چیز ربّ العالمین کے اذن بغیر بڑھ نہیں سکتی - اور نہ ہی کوئی چیز اُس
پرورش کنندہ کے بدوں پرورش پاسکتی ہے - اور نہ ہی کوئی شئے اس حے و قیوم ہستی
کے بغیر قائم و دائم رہ سکتی ہے اگر ابر نیساں اشیاء میں قوت نمو پیدا کرنے کے لئے نازل
نہ ہوتو یہ تمام کا تمام کھیل بالکل بے سود ہو جاوے - کشت زار بنجر ہو جائیں زمین
پھٹ جائے اور اسمیں شگاف پڑ جائیں - درخت پژمردہ و مرجھا جائیں - دریا خشک
ہو جائیں - اور بیج سڑ گل جائے - انسان ایک بڑی ہستی ہے - لیکن یہ بات خیال رکھنی چاہئیے
کہ اسکی تمام کاریگری اس وقت تک بالکل بیسود و ناکارہ ہے جبتک تمام جہان کے پرورش کنندہ کا دست قدرت
اسکے کام کی تکمیل نہ فرمائے تو اب خود انسان کی طرف ذرا متوجہ ہوں - اکثر انسان جو بڑے بڑے مکانوں شہروں اور
پر ہجوم گذرگاہوں میں رہتے ہیں خیال کرتے ہیں - کہ وہ ہر قسم کی بیرونی امداد سے آزاد ہیں -
لیکن کیا یہ اُس کا خیال درست ہے - اور حقیقت پر مبنی ہے - انسان جیسا کہ ہم نے اوپر
بیان کیا - بلاشبہ ایک ایسی مخلوق ہے جو بڑی بڑی استعدادوں و قابلیتوں کا مالک ہے لیکن
کیا خود انسان کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت نہیں ہے - جو کہ تحریص و تحریک دلانے والی
ہو - انسان تیز سوچنے والا اور کام کرنیوالا ہے - وہ ایک عقلمند ہستی ہے لیکن اسکی عقل و دانش
اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتی جب تک کہ کوئی اور ہستی اسکی عقل و خرد کو جلا نہ بخشے
اس کے لئے ربّانی بارش کی ضرورت ہے - جس طرح کہ کشت زار اور لالہ زار کو سرسبزی کیلئے
ابر نیساں کی ضرورت ہے - اس طرح انسانی عقل و فہم کے روشن ہونے کیلئے ایک ربانی بارش

کی ضرورت ہے۔ یہ قوائے عقلیہ جو اللہ تعالےٰ نے انسان میں ودیعت کئے ہوئے ہیں اس وقت تک بالکل بے سود و ناکارہ ہیں۔ جب تک کہ ان کے استعمال کیلئے روحانی ہدایت و روشنی ہمارے پاس نہ ہو +

تمام دُنیا آزادی و امن کے لئے کوشش کرتی ہے۔ تاکہ دُکھ درد رنج و آزار سے مخلصی ہو۔ اور دنیا میں ہم آہنگی و امن و راحت ہو جائے۔ اس عالم میں اس قسم کے امن و آسائش کی حالت حاصل کرنے کے لئے کیا کوئی کتاب یا صحیفہ ربانی ہمارے سامنے ہیں اور صاف ہدایات پیش کرتا ہے۔ جس پر کہ ہم عمل پیرا ہو کر امن و آسائش کی زندگی بسر کرلیں۔ اور کیا کسی شخص کو ایسی تبدیلی کا حقیقی علم ہے۔ جو کہ کسی بڑے معلم نے کی ہو ہاں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو نسل انسانی کو ایسے عظیم الشان مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے صحیح صحیح اور حقیقی ہدایات و احکام بتاتا ہے۔ اور ہمارے مُطہر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہدیہ لائے جس سے کہ نصف دُنیا آپ کی زندگی میں ہی سیراب ہو گئی۔ امن و راحت حاصل کرنے کیلئے ہمیں اپنی ہی محنت و مشقت درکار ہے۔ اسکے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے عطیات کو پُورے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ہمیں اس رُوحانی اور باطنی چشمۂ صافی میں غوطہ زن ہونا چاہیئے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جگانے۔ چوکنا کرنے پرورش کرنے اور ہماری کوششوں کو بار آور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ ہم کو صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہ رہنا چاہیئے۔ اور یہ یقین ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ کہ کوئی ایک شخص جو ہماری خاطر مرا۔ اس نے ہمارے گناہوں کی گٹھڑی کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیا۔ اس لئے اس قسم کا ایمان ہمیں رکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ آؤ ہم ذرا ایسے بنیادی اصول کی بربادی اور تباہی پر غور و فکر کریں۔ یہی مثال اب ذرا کھیت پر چسپاں کرلو۔ اگر کوئی انسان محض یہ یقین رکھے۔ کہ گذشتہ زمانہ میں کسی کسان نے بیج بویا تھا۔ اور زمین میں کھاد ڈالی تھی۔ اور کاہل و نکما بیٹھے رہنے پر ایک پکا پکایا لہلہاتا ہوا کھیت خود بخود تیار ہو جاویگا تو اسباب کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ کھیت سرکنڈوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور سطح زمین

سُورج کی تمازت سے سنگلاخ اور سخت ہو جاویگی۔ جس پر نہ کوئی گندم اُگیگی۔ اور نہ ہی کوئی سبزی یا ترکاری۔ تمام زمین خارِ مغیلان سے پُر ہو جائیگی۔ جس سے کہ انسان فاقہ کشی سے تباہ ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ ایسا ہی حال اُس عقیدہ کا ہے۔ جو اپنی ذمہ واری کو دوسرے کے سر تھوپتا ہے۔ جبکہ انسان کی رُوحانیت میں کسل و جُبن واقع ہو جاتی ہے۔ تو اس سے ابتری۔ بے ترتیبی۔ قتل و غارتگری۔ رہزنی۔ جنگ و جدال و فساد بپا ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ وہ موت ہوتی ہے۔ جو کہ رُوحانی ہے کیونکہ تحریک و تحریص کرنے والے کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ہمارے قلب کو ایک ربانی و رُوحانی بارش کی ضرورت ہے۔ جو ہماری رُوح کو جگا دے۔ ہمارے قلب کو شگفتہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی ذمہ واری کیلئے چوکنا کر دے۔ اور ہم میں تر و تازگی کی رُوح پھونک دے۔ جس سے ہمارے کام ثمردار ہو جائیں۔ یُوں تو ہم ربّانی افضال سے روز مرّہ ہی متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تاوقتیکہ ہم خود کام نہ کریں۔ اپنے قوائے کو استعمال نہ کریں۔ اور فصل کیلئے محنت و مشقت برداشت نہ کریں ہمیں پھل و اجر نہیں مل سکتا۔ ایک کل حرکت دینے والی طاقت کے بغیر خراب اور زنگ آلُود ہو جاتی ہے۔ اسیطرح رُوح بغیر ربانی بارش کے پژمُردہ ہو جاتی ہے۔ اسلام اللہ تعالےٰ کا ربانی چشمہ صافی ہے۔ اور قرآن کریم ہمارے لئے ایک رُوحانی محرک ہے۔ جو کہ ہم میں چُستی و چالاکی پیدا کرتا ہے۔ اور ہمارے افعال رُوحانی اور ربانی بارش سے متمتع ہو کر اس زمین کو ایک سرسبز کھیت کی شکل میں منتقل کر دیں گے۔ جسمیں سے کہ غم و اندوہ و تفکرات سے مبرا ہو کر آرام و آسائش امن و سلامتی و آزادی کا فصل پیدا ہوگا +

خالد شیلڈرک

بے نظیر سُرمہ سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لا علاج ہے سب امراض کے رفع کرنے میں لاثانی ہے۔ ایسا نہ میسر ہے اور نہ ہی ہوتی۔ مگر عینک تک چھڑا دیتا ہے۔ علاوہ سر کو ٹھنڈا رکھنے اور حفاظت چشم ہونے کے آشوب چشم۔ ضعف بصارت۔ دھند۔ موتیا بند۔ پھولا۔ پلکوں کا گر جانا۔ غبار۔ جالا۔ خارش۔ ککرے۔ پڑوال۔ پانی کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے واسطے بہمہ صفت موصوف ہے۔ تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں کی رجسٹری کرانا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے معہ محصولڈاک

المشتہر۔ ایم۔ ایم مینجر رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

اِسلام اور جاپان

از قلم جناب شیخ منشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء بارہ بنکی (اودھ) حال مسجد ووکنگ

میرے وطن سے ہوتا ہوا مجھے مسجد ووکنگ میں "اسلامی اخوت" کا ایک میگزین ملا ہے۔ اس میگزین کے ایڈیٹر اور مینیجر جناب مسٹر حسن۔یو۔ہتانو ہیں جن کو جاپان میں سب سے اوّل مشرف باسلام ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اور جنہوں نے یہ اسلامی رسالہ جاری فرمایا ہے۔ یہ ماہواری با تصویر رسالہ نہایت اعلےٰ کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب کا پتہ حسن۔یو۔ہتانو ٹوکیو جاپان ہے +

اس رسالے کے موصول ہونے پر جو انبساط و راحت میرے دل کو ہوئی۔ اس کا احاطۂ تحریر میں لانا میری طاقت سے باہر ہے۔ اور "الوحدۃ الاسلامیّۃ" کا دلخوش کن عنوان جو ہمارے قرآن کریم کے ہی لب و لہجہ میں ہے۔ اور عربی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے میرے اندرون قلب کی راحت کا موجب ہوا ہے۔ میں یا کوئی اور مسلم ایسے شریف النفس دُور اندیش اور بہادر متنفس کیلئے اپنی محبت و انس کا اظہار کس طرح کر سکتے ہیں۔ جس نے کہ اپنی عقل و دانش و پارسائی سے حق و صداقت کی تلاش کر کے پھر اُسکو دنیا کے سامنے مشتہر کرنے کیلئے دلیرانہ قدم اُٹھایا۔ اور طلوع شمس کے مقام (جاپان) کی سرزمین میں لوگونکو اسلام سے معرف کرانے کیلئے ایک ماہواری رسالہ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب مسٹر حسن۔یو۔ہتانو پر جنکو ملک جاپان میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اپنی برکات و افضال نازل فرمائے۔ میری دلی تمنا ہے کہ کوئی مسلم بھائی مکرم محترم حضرت مولوی صدرالدین صاحب کی سی قابلیت کا جو کہ انگلستان میں مشہور و معروف مبلغ اسلام ہیں جاپان جاکر ہمارے نومسلم بھائی کا اس مہتم بالشان اسلامی خدمت میں ہاتھ بٹائے۔ جاپان طلوع الشمس کا مقام ہے جس کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہے۔ اور وہاں کی قوم "سامورائی" ہے جو کہ اسلام جیسے عملی

اور ہمارے مذہب کو قبول کرنے کے لئے نہایت ہی موزوں ہے +

"اسلامی اخوت کی جلد اول نمبر اول ہی میں فاضل ایڈیٹر نے میرے مضمون عورت اور عورت کی حیثیت زیر اسلام پر ریویو فرمایا ہے۔ اور مضمون مذکورہ نہ صرف جزائر ہی میں بلکہ تمام براعظم یورپ اور افریقہ میں بھی مقبولیت عامہ حاصل کر چکا ہے۔ اس کے فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں +

جناب مسٹر حسن۔ یوبیتانو کے وثوق پر یہ بات سنکر مجھے مسرت ہوئی ہے۔ کہ ملک جاپان مذہب کے لئے ایک آزاد ملک ہے۔ لیکن اس سے پیشتر اس ملک کے متعلق میرا خیال بالکل برعکس تھا۔ جس کی وجہ ایک جاپانی افسر کی ایک تحریر تھی جو میں نے ایک مبلغ کے ہاتھ میں دیکھی۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے جاپان گیا۔ اور اسکو تبلیغ کرنے سے اسلئے روک دیا گیا۔ کہ مذہب اسلام میں تعدد ازدواج ایک ضروری مسئلہ ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ وہ حکمنامہ جو تبلیغ اسلام کی رکاوٹ کے واسطے صادر ہوا تھا۔ وہ کسی مقامی افسر کی کوتہ اندیشی و کج فہمی کی وجہ سے تھا۔ میں جناب مسٹر حسن۔ یوبیتانو اور جاپانی قوم کی توجہ اپنی اس چھوٹی سی کتاب "پین اسلام ازم" کی طرف منعطف کرتا ہوں جو سنہ ۱۹۰۶ء میں لکھی۔ اور جسمیں میں نے لکھا:۔

"کہ ملک جاپان صرف پین اسلامزم کا ہی ہدف نگاہ نہیں جاپان بہت طرح کشش کا موجب ہو رہا ہے۔ اور بہت سی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ اور جو بات کہ پین اسلام ازم کو جاپان کی طرف حریصانہ نگاہ لگانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ اور جاپان اگر اسلام قبول کر لے اور اسکو اپنا ملکی مذہب قرار دے لے تو اس سے جو جو فوائد جاپان کو حاصل ہونگے۔ وہ سب باتیں اخبار "مارننگ پوسٹ لنڈن" کی ۱۳ جون سنہ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہیں۔ جس کو یہاں درج کرنے کی میں جرأت کرتا ہوں +

جناب من! یہ خبر جو برلن سے مورخہ ۱۳ ماہ حال کے مارننگ پوسٹ میں شائع ہوئی ہے۔ کہ جاپان اس فکر میں ہے۔ کہ اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کرلے۔ یہ فرحت افزا اور روح پرور مژدہ ہم ممبران پین اسلامک سوسائٹی کے لئے نہایت ہی مسرت آمیز ہے۔ گو اسکے متعلق

ابھی ہمیں پورا وثوق نہیں ہے لیکن تاہم چونکہ اسلام ایک بہادر اور عملی مذہب ہے۔ اور اسلامی تہذیب تمدن ایشیائی اقوام کے موزون حال ہے۔ اسلیئے ہم کو قوی اُمید ہے۔ اور کہ اگر جاپان اسبات کا متمنی ہے۔ کہ وہ دنیا کے کل معاملات میں آیندہ ممتاز و ممیز ہو۔ اور وہ ایشیا کو دوبارہ زندہ کرنیوالا ہو تو اس کے لیئے لازم ہے کہ وہ عجلت سے یا تاخیر سے وہ مذہب اختیار کرلے۔ جس نے رُوم و ایران کی سلطنتوں کی کایا پلٹ دی۔ جس نے بادیہ پیما عربوں کو تریباً تریباً تین قدیم براعظموں کا فاتح اور مہذب بنا دیا۔ اس وقت جاپان کے سامنے دو راہ کُھلی ہیں۔ اول یہ کہ جاپان یورپ کا مذہب و تہذیب اختیار کر کے اپنی ہستی کو یورپین طاقتوں سے مخلوط کردے۔ اور دوسری راہ یہ کہ ایشیائی گم شدہ تہذیب شان و شکوہ کو دوبارہ قائم کر کے ان میں ایک ممتاز طاقت بن جائے۔ اول الذکر تجویز پر عمل پیرا ہونے سے نہ تو اسکی ایشیاء میں قدر و منزلت ہوگی۔ اور نہ ہی یورپ ہی اُسکو وقعت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ جو کہ تہذیب و تمدن میں اس سے کئی گنا زائد ترقی کر چکا ہے۔ اگر جاپان اس زعم میں ہے۔ کہ وہ کبھی دُنیا کی ایک زبردست طاقت مانی جاوے اور ایشیا کو سابقہ کی طرح دیگر براعظموں پر غالب کرے۔ تو جاپان اپنے مقصد کے حصول میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اسلام جیسے فرحت بخش مضبوط سیدھے سادے۔ رُوح پرور رُوح افزا دلپذیر و عملی مذہب کو اختیار نہ کرے۔ اور اس مذہب کو اختیار نہ کرے جو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ جیسے سب سے بڑے مصلح مقنن سپہ سالار اور ایک سلطنت اور قوم کے بانی کا مذہب تھا۔ جو ایشیا میں خالدؓ اور سعدؓ جیسے ایران کے فاتحین کا مذہب تھا اور جو مذہب کہ افریقہ میں فرعون کی سرزمین کے فاتح حضرت عمرؓ کا مذہب ہے۔ اور جو مذہب کہ یورپ میں محمد ثانی قسطنطنیہ جیسے زبردست مقام کے فاتح کا مذہب تھا+

جیسا کہ مارننگ پوسٹ لندن میں بتلایا گیا ہے۔ کہ مدبران جاپان کی نگاہوں سے وہ سیاسی مفاد بھی مخفی نہیں ہیں جو اسے اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کر لینے سے حاصل ہونگے+ جاپان باوجود اپنی حیرت انگیز ترقی اور کامیابی کے ویسی کی ویسی ہی چھوٹی سی ریاست رہیگی۔ اور اس کا حلقہ اثر بھی اسی مقام تک محدود رہیگا جہاں وہ واقع ہے

اُس محدود حصے سے باہر اس کو کسی گوشۂ دُنیا سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ کوئی ارتباط لیکن اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو۔ اور اسلامی سلطنت ہو جاے۔ تو اسکی کامیابی اور ترقی دنیا کے ہر ایک مسلم کی ہمدردی اور محبت کو اپنی طرف کھینچ لیگی۔ کیونکہ دنیا میں بہ مشکل کوئی ہی ایسا قطعہ زمین ہے کہ جہاں مسلم آبادی نہ ہو۔ جاپان اسلام سے بہرہ اندوز ہوتے ہی ایک طرفۃ العین میں ایک ایسی ذی اثر طاقت بن جاویگا۔ کہ جس کا اثر کل دُنیا پر ہوگا۔ اور تمام نسل انسانی کا پانچواں حصہ اس سے محبت کریگا۔ اور اسکی پشت و پناہی اور امداد کریگا

آپ کا ....

شیخ مشیر حسین قدوائی

آنریری سکرٹری پین اسلامک سوسائٹی

خدا کا شکر اور احسان ہے کہ صحرا عرب کے گڈریئے کا مذہب کسی کانسٹنٹائین یا کسی اور شاہی سرپرست کا عیسائیت کی طرح مرہون احسان نہیں۔ اسلام نے عرب کے خانہ بدوشوں کو شاندار سلطنتیں عطا فرمائیں۔ لیکن اسلام کو اپنے رُعب و سطوت کے لئے کسی شاہی مرید کا مرہون احسان نہیں ہونا پڑا اور نہ ہی اسلام کو فی زمانناً اُس مقصد کے لئے کسی حاکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت ہے اسلام بحیثیت ایک مذہب کے صرف مسلم شارعین ہی کا مرہون منت ہے۔ جنہوں نے تمام دنیوی وجاہت و عزت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر یہ شارعین اسلام جن میں سے بعض اپنے بلند پایہ کی خصلت اور علم و فضل کی وجہ سے پرانے انبیاء اور اولیاء کے ہم رُتبہ تھے اپنے زُہد و تقویٰ ایثار اور پارسایانہ زندگی سے لوگوں کو اسلام کی طرف نہ کھینچتے۔ اور علم کی حقیقی تڑپ عشق کے ساتھ مذہب اسلام کے مطالعہ میں اپنی زندگیاں صرف نہ کرتے۔ اور اپنے پیارے دین متین کی تلقین و تبلیغ کیلئے مصائب و آلام نہ جھیلتے اور اپنے پھٹے پُرانے کپڑوں کے ساتھ قلم دوات و بقچہ لے کر جگہ بہ جگہ نہ پھرتے۔ اور ان باتوں سے بڑھ کر اپنے اعلےٰ نمونہ سے اسلام کی کشش پیدا نہ کرتے۔ تو مذہب اسلام کبھی بھی اسقدر عوام الناس کیلئے مرغوب خاطر نہ ہوتا اور مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے انحطاط کے ساتھ اپنی سطوت و جبروت میں بھی تنزل کر گیا ہوتا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہی جبلہ بن ایہم شہنشاہ غسان کی تبدیلی مذہب کی پرواہ

نہیں کی۔ اور اسکو اس سزا کا مستوجب قرار دیا۔ جو کہ اُس نے ایک غریب مسلمان کو دی تھی بلکہ کچھ دن ہوئے۔ کہ مسلم فقیہوں اور مفتیوں نے بھی ایک بڑے شہنشاہ کی تبدیلی مذہب کی پرواہ اسلئے نہیں کی۔ کہ وہ منشیات کے استعمال کرنے میں ان سے کچھ مراعات چاہتا تھا۔ کہ اس کے لئے جائز قرار دے دیجائینگی۔ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جنمیں کہ مسلمین فقہا نے اسلام کے اصولوں کی حفاظت میں اپنی جانیں تک قربان کر دیں ان بے نفس و بے لوث لوگوں کی نگاہوں میں مسلمانوں کا کسی بڑی سے بڑی مملکت کو فتح کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی ان کے خیال میں مذہب اسلام صرف تنتیس برس تک یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت تک معراج ترقی پر تھا۔ اس کے برعکس کچھ ایسے بادشاہ بھی ہو گذرے ہیں۔ جنہوں نے نام نہاد ہی مذہب اسلام قبول کیا۔ اور اس کے لئے باعث ننگ و عار ثابت ہوئے۔ اور عملی رنگ میں ایسے قبیح و شنیع افعال کے مرتکب ہوئے۔ جو روح اسلام کی شان کے شایان نہیں۔ اور اسلام میں قابل نفرین ہیں۔ اسلام اپنے دبدبہ و سطوت کیلئے طبقہ زمین پر کسی خسروانہ امداد کا نہ تو محتاج کبھی تھا اور نہ ہی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا۔ تو مسلمانوں کی موجودہ سیاسی حالت نے پین اسلام ازم کے سوال کو بالکل ناامید کر دیا ہوتا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پین اسلام ازم کے حامی شہنشاہ جاپان کی طرف آرزومندانہ نگاہ اسلئے نہیں لگائے ہوئے۔ کہ اسکے مشرف بہ اسلام ہونے سے اسلام کو کوئی طاقت یا قوت پہنچیگی۔ بلکہ اسلئے کہ خود جاپان کا اسمیں منفعت و فائدہ ہے۔ اور اس سے اسکی طاقت دُگنی اور مضبوط ہو جاویگی۔ اور مسلمانوں کی عزت و تمکنت و آبرو بھی بڑھ جاویگی۔ اور دُنیا میں ان کا اعلیٰ مقام بھی قائم ہو جائیگا۔ میں کسی اور اپنے مضمون میں یہ دکھلاؤنگا۔ کہ اگر جاپان اسلام قبول کرے۔ تو اس کو اخلاقی تمدنی کیا کیا فائدے حاصل ہونگے +

انقلاب
یہ ایک ہفتہ واری پرچہ ہے۔ جس کی سالانہ قیمت تین روپے ہے نہایت ہی آزاد رائے کا اظہار کرنے والا ہے جو حال ہی میں دہلی سے شائع ہوا ہے + پتہ مینجر اخبار انقلاب دہلی۔

اسلام کے انسداد مے نوشی کی تقلید میں دُنیا کے مہذب ترین برّ اعظم کا سب سے پہلا قدم

امریکہ کا قانون انسداد مے نوشی

ہم نے شذرات میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ امریکہ کی کانگریس نے یہ ترمیم قانون مشروبات الکحل (شراب) کی ساخت وفروخت اور درآمد وبرآمد کو قطعی بند کر دیا ہے۔ جو تاریخ کا ایک نہایت عظیم الشان اور اہم واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبر اور بھی موجب مسرت ہے۔ کہ اس نئے قانون کے ساتھ امریکی تین چوتھائی یعنے ۳۶ ریاستیں اتفاق ظاہر کر چکی ہیں۔ چنانچہ بعض ریاستوں کے گرجوں میں گھنٹیاں بجائی گئیں۔ اور خاص خوشیاں منائی گئیں +

یہ واقعہ فی الحقیقت جسقدر اہم ہے۔ اسیقدر اسلام کے اس عالیشان اصول کی ایک نمایاں اور بین فتح ہے جو حرمت مے نوشی کے متعلق اس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے قائم کیا تھا۔ اور آج تک مسلمانوں میں وہ اسیطرح چلا آتا ہے۔ اسلئے امریکہ کے اس انسداد مینوشی پر اسلام کو فتح حاصل ہونے کے کیا معنے ہیں۔ اور دُنیا کے دیگر مذاہب اس فتح میں کیوں شریک نہیں۔ قرآن کریم کی آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون٭۔ اس سوال کا کہ جبکہ چوری۔ جھوٹ۔ ڈاکہ زنی اور زنا وغیرہ کی حرمت بھی اسلام کی تعلیم میں داخل ہے۔ اور دوسری قومیں بھی ان کو بُرا سمجھتی ہیں تو اُن کے اس بُرا سمجھنے پر اسلام کیوں خوشی نہیں مناتا۔ اور اسے اپنی فتح قرار نہیں دیتا۔ اور محض انسداد مینوشی کو ہی اپنی فتح تصور کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ سوائے اسلام او

٭ نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اس دیو لعین کے مضرات سے منع فرمایا

بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی ایسا مصلح یا رہبر دنیا میں نہیں آیا۔ جس نے شراب جیسے زبردست دیو سے بچنے کی تلقین کی ہو۔ وہ رہبر اور مصلح جو اللہ تعالٰے کی طرف سے دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہُوئے۔ اس دیو لعین کی غلامی سے بالکل آزاد تھے۔ لیکن توریت۔ انجیل اور وید مقدس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دوسروں کو اس سے منع کرنا تو ایک طرف خود ان کی تعلیمات اور مذہبی رسوم میں بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے اس نے دخل پالیا ہو۔ یہودیوں میں ایک قومی تیوہار پر شراب کا استعمال عیسائیوں میں اعشائے ربانی میں اس کی ضرورت اور ہندوؤں کے ایک یگ کے اندر اسکی موجودگی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ کہ دنیا میں سوائے اسلام کے کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اس دنیا کو بچانے کی کوشش کی ہو۔ یا کم از کم خود ہی اس سے بچا ہُوا ہو۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے بیانات موجود ہیں جن میں شراب کا بنانا حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات میں شمار کیا گیا ہے۔ ایسا ہی وید مقدس کی ان عبارات سے جن میں شراب کو دیوتاؤں اور مُردہ ارواحوں کے آگے پیش کرنے کا ذکر ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دیو لعین سے دُنیا کو نجات دلانے میں اگر کسی نے سب سے پہلے قدم اٹھایا تو وہ اسلام ہی ہے۔ اور یہی کا احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے آج سے تیرہ صد برس بیشتر اسکی مضرات سے دنیا کو مطلع کر کے ایک کثیر حصہ مخلوق کو اس سے نجات دیدی اور جو یکایک تغیر عرب جیسی قوم میں عمل

شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

حرمت شراب کا حکم قرآن کریم میں نازل ہونیسے ظہور پذیر ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسدن تمام گھروں میں شراب کے برتن توڑ ڈالے گئے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح شراب بہ نکلی۔ اسی کے ساتھ ہی اس حقیقت نفس الامری کو واضح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کا قطعی انسداد محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے حُرمت شراب کا حکم سن لینے سے ہی ہو گیا۔ اور یہ ربانی مصلحین ہی کا کام ہے۔ کہ ان کے ذرہ سے اشارہ سے بدیوں کا ایسا قطعی استیصال ہو جاتا ہے کہ کوئی دنیوی حکومت

اس قسم کا استیصال نہیں کر سکتی - امریکہ نے بھی جو قانون بنایا ہے - اسمیں اس انسداد ساخت و فروخت وغیرہ کیلئے ایک سال کا نوٹس دیا ہے۔ جس سے فائدہ اُٹھا کر لوگ ایک سال میں اپنے گھروں کے اندر شراب کو بھر لیں گے +

الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ باوجود اُمّی اور دیگر ممالک کے حالات سے ناآشنا ہونے کے آپنے ان لوگوں کے اندر جہاں شراب پینا رات دن کا شغل تھا اُس کی حُرمت کا اعلان کیا - اور اس کو مضر چیز قرار دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ صرف اسی وقت تمام عرب کی کایا پلٹ گئی - اور شراب کا نام و نشان مٹ گیا۔ بلکہ آج بھی مسلمانوں کے کانوں میں یہی آواز گونج رہی ہے - اور دنیا بھر میں مسلمان ہی زیادہ تر اس سے بچے ہوئے ہیں +

اس کے ساتھ ہی اس جگہ ان اعتراضات کا بھی جواب دینا مناسب ہے، جو شرابخوری کے جواز اور قرآنی آیات کی غلط تاویل کی بیہودہ کوشش بعض لوگوں کے منہ سے نکلوائی ہے۔ مثلاً یہ کہ قرآن نے شراب کو حرام نہیں کیا - یا اگر حرام قرار دیا ہے - تو انگور کی شراب کو لیکن جب قرآن نے اسے رجس من عمل الشیطان (یعنے ناپاک شیطانی عمل) کہ دیا تو حرام قرار نہ دینے کے کیا معنے کسی شیطانی عمل کو قرآن حلال قرار نہیں دے سکتا - ایسا ہی یہ بالکل غلط ہے کہ انگور کی شراب سے منع کیا ہے - بلکہ مدینہ میں تو انگور کی شراب بنتی ہی نہ تھی +

غرض اس وقت جبکہ ہر طرف سے اسلامی سلطنتوں کے گرنے کی آوازیں آرہی ہیں - اسلامی اصولوں کی فتح ہمارے دلوں کو بندھانے والی ہے کہ کس طرح دیگر اقوام اور مذہب اسلام کے اصولوں کے سامنے جھکتے چلے جا رہے ہیں کاش کہ امریکہ کی اس مثال کی تقلید دیگر گورنمنٹیں بھی کریں +

اُسوہ حسنہ:- یہ ایک مذہبی اصلاحی اور تعلیمی رسالہ ہے۔ جو مسلمانوں کو انکی شخصی ذمہ داریوں اور قومی ضروریات کی طرف متوجہ کرتا ہے - اسکی دوبارہ اشاعت سے ہمیں از حد مسرت ہوئی ہے - یہ رسالہ بازار مچھلی والاں شہر دہلی سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ قسم اول ۳ے دوم ۲ علے الترتیب ہے +

انتخاب از صحیح بخاری شریف

اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا۔ والدین کو کو اذیت پہنچانی۔ اپنی ہی جنس کو قتل کرنا۔ خودکشی کرنی اور جھوٹی قسم کھانی سب سے بڑے گناہ ہیں +

موجودہ زندگی آیندہ زندگی کے لئے ایک کھیتی کی طرح ہے۔ اسلئے ہم کو نیک اعمال کرنے چاہئیں۔ تاکہ آیندہ اُن کا اجر ملے۔ کیونکہ کوشش و جدوجہد احکام الٰہی میں سے ہے۔ اور جو کچھ اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہ محض کوشش ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

وہ سب سے احسن انسان ہے۔ جس کی عمر دراز ہو۔ اور اس کے اعمال نیک ہوں۔ اور وہ سب سے بُرا انسان ہے جس کی عمر تو لمبی ہو۔ لیکن اعمال اس کے قبیح و شنیع ہوں +

دولت کا جائز استعمال خیر و برکت ہے۔ اور ایک انسان نیک ذرائع سے اسے اضافہ کرنے کی جائز کوشش کرے۔ وہ انسان عقل و خرد کے زیور سے مُزین و مرصع ہے۔ جو اپنی سفلی خواہشات پر قابُو پاتا ہے اور اجر کی اُمید رکھتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص بالکل اجہل ہے جو کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے معافی بھی چاہتا ہے +

اپنی لغزشوں اور قصور سے صدق دل سے تائب ہونیوالا ایسا ہے جیسےکہ اُس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں +

قیمت بلا جلد ۱۲؎ **# براہین نیرہ حصہ اول** قیمت مجلد ۲؎

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

یہ وہ بےمثل کتاب ہے جسمیں قرآن کو کُل کتب مقدسہ سابقہ کے مقابل ایک زندہ کامل اور خاتم الہام ثابت کرکے تہذیب و تمدن انسان کیلئے قرآن کریم کی ضرورت دکھلائی گئی ہے۔ اور کل مذاہب غیر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے تفصیل کیلئے فہرست کتاب ملاحظہ ہو:۔

عالمگیر الہام کے مدعی۔ خدا رب العالمین ہے۔ الہام سے کوئی قوم خالی نہیں ہی۔ قرآن کی فیاضانہ تعلیم وید کی ترتیب کا وقت عالمگیر الہام کیلئے موزوں نہیں تھا۔ کسی کتاب کی قدامت اس کے عالمگیر ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت۔ نزول قرآن کا وقت اسکی عالمگیری پر دلیل ہے قرآن کریم کُل کتب قدیمہ کا قائمقام۔ مختلف طبقات عالم کے مطابق حال قرآن کی تعلیم گذشتہ کتب کیوں عالمگیر نہیں۔ ماکولات و مشروبات اور جسمانی طہارت کے صحیح اصول تک بھی انسان الہام کے سوا نہ سمجھ سکا۔ انسداد شراب اور ضرورت قرآن۔ غیر ذبیحہ کیوں حرام کیا گیا۔ ذبیحہ کی تعریف۔ جھٹکہ کی مخالفت۔ غسل جنابت۔ مونچھوں کا اسلامی طرز پر کاٹنا۔ عقل اور مذہب ہر دو خدا داد عطیے ہیں۔ اسلئے ان میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ انجیل مسلمہ ناقص ہے خاتم اور کامل کتاب کی ایک خاص شرط۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں کُل عقائد باطلہ کی تردید موجود ہے۔ فطرت اسی خدا کا پتہ دیتی ہے جس کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے۔ رحمانیت میں رد دہریت۔ رحمانیت اور رد تناسخ۔ رحمانیت اور ردّ کفارہ۔ برہمو رحمانیت پر غور کریں۔ لفظ رب میں تناسخ کا رد۔ ہماری نماز عربی کے سوا کسی اور زبان میں نہیں ہوسکتی۔ حشر اجساد کی ایک عمدہ دلیل قرآن کریم سے۔ تہذیب انسان کن امور سے وابستہ ہے +

توحید کی غرض و غایت تہذیب ہے۔ توحید اور مساوات کامل توحید سے ہی کامل امن دُنیا میں قائم ہوگا۔ کائنات پر انسان کی حکومت اور سلسلۂ توحید +

المشتہر

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام و بک ڈپو عزیز منزل لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

قیمت مکمل سٹ مجلد عہ؎

خطبات غبیہ

نہایت اعلیٰ ولایتی کاغذ مجلد [illegible]

قیمت مکمل سٹ [illegible] بلا جلد [illegible]

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ انگلستان

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبات ہیں جو حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے بعض احباب کی فرمائش پر ہم نے مندرجہ ذیل چھ خطبات اردو میں ترجمہ کرلئے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے:-

نمبر (۱)

مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

(۱) میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی (۲) خدا کی کامل تصویر (۳) اسلام ہی بپتسمۂ آتشین ہے (۴) الہام ایک فیض ربوبیت ہے +

نمبر (۲)

توحید - دعا - تصوف

(۱) توحید الٰہی (۲) اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ دعا (۳) دعا اور استجابت دعا (۴) تصوف +

نمبر (۳)

خطبات عیدین

(۱) عمل میں آزادی (۲) قربانی اور اس کی حقیقت (۳) سنت ابراہیم

نمبر (۴)

دہریوں اور ملحدین کو خطاب

(۱) اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اصول اور ان کا مقابلہ (۲) دہریوں کے لئے ایک دلچسپ مطالعہ (الف) (۳) دہریوں کے لئے ایک دلچسپ مطالعہ (ب)

نمبر (۵)

اسلام اور دیگر مذاہب

(۱) خصوصیات اسلام (۲) اسلام - عیسائیت اور دیگر مذاہب - (۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت

نمبر (۶)

حقوق نسوان

(۱) عورت نے یہودیت سے چلکر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے - (۲) ایک خطبہ نکاح جو مسجد ووکنگ میں ہوا +

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

[illegible] حافظ [illegible] پرنٹر کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی منیجر انجمن اشاعت اسلام [illegible] نے شائع کیا